RG. E. P. NO 861

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

قل تعالیٰ لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

حمد و نعت الرحمٰن

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر
برکات احمد راجیکی
اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد حفیظ بقاپوری

تواریخ اشاعت
۷-۱۴-۲۱-۲۸

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
فی پرچہ ۲-۰

جلد ۲ | ۷ وفا ۱۳۳۲ہش بمطابق ۲۴ شوال ۱۳۷۲ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۵۳ء | نمبر ۲۵

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کی طرف سے ایک خط کا جواب

اسلام سب سے زیادہ حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے اور حسن سلوک کا بڑا طریق دعا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک احمدی دوست نے مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

بخدمت حضرت امیر المومنین خلیفۃ ثانی مسیح موعود حضرت مرزا محمود احمد صاحب۔ السلام علیکم احوال آنکہ میں عرصہ تین سال سے سلسلہ میں شامل ہوں۔ فی الحال گھر میں اکیلا ہی سلسلہ میں شامل ہوں۔ عام دستور کے مطابق برادری نے کافی مخالفت کی۔ لیکن اللہ کے فضل اور آپ کی دعا سے اب ہر طرح سے امن ہے۔ صرف اپنی بستی چھوڑ کر محراب پور سکونت اختیار کر لی ہے۔ میرے چچا جن کی عمر ۷۲ سال تھی۔ ابھی ابھی رمضان میں فوت ہو گیا ہے۔ جو کہ میرے لئے حضرت ابو طالب کا نمونہ تھا۔ مخالفت کے دنوں میں میری ہر طرح مدد کرتا رہا۔ اپنے چاروں بیٹوں کو بھی کہتا رہا کہ میں سلطان علی کو تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اپنے لڑکوں کو مخالفت سے روکتا رہا۔ حالانکہ میں ان کی کسی مرگ کے جنازہ میں شامل نہیں ہوا تھا۔ ان کے آخر وقت یعنی قریب المرگ کے وقت بھی میں نے کہا کہ چچا صاحب میں آپ کے جنازہ میں شامل نہیں ہوں گا۔ آپ میرے باپ کے بھائی ہیں۔ کیا آپ اس فعل سے ناراض تو نہیں۔ انہوں نے صاف کہا کہ میں آپ پر بہت خوش ہوں۔ آپ میرے جنازہ میں نہ شرکت کریں لیکن میری طرف سے بدست خلیفہ صاحب کو سلام عرض کریں۔ اور میرے لئے حضرت صاحب سے دعا کرائیں۔ سو عرض ہے کہ یہ وعدہ میں نے چچا صاحب کی زندگی میں ہی کیا تھا کہ میں حضرت صاحب کو دعا کیواسطے لکھوں گا۔ پھر وہ ایک گھنٹہ کے بعد فوت ہو گئے۔ سو عرض یہ ہے کہ مرحوم کے حق میں بھی دعا کریں۔ اور میرے حق میں بھی دعا کریں تاکہ میرا کوئی ساتھی میری ہی برادری سے پیدا ہو جائے۔ آپ کی دعا کا طالب۔ سلطان علی آڑھتی محراب پور ضلع نواب شاہ سندھ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس خط کا مندرجہ ذیل جواب لکھوایا:۔

"اللہ تعالیٰ آپ کے چچا کی مغفرت فرمائے۔ جہاں آپ نے اپنے چچا سے یہ کہا تھا کہ میں جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ وہاں یہ بھی کہہ دینا ضروری تھا کہ میں دعائیں کرتا رہوں گا۔ آپ کے خط میں یہ ذکر نہیں ہے۔ اسلام سب سے زیادہ حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ جو شخص ہم سے حسن سلوک کرتا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اس سے حسن سلوک نہ کریں۔ اور حسن سلوک کا بڑا طریق دعا ہے آپ کو چاہیئے تھا کہ ان کی قبر پر دعا کرتے اور پھر بھی دعا کرتے رہتے اور ان پر بھی یہ بات واضح کر دیتے۔ جنازہ سے صرف عبادت کر کے روکا گیا ہے۔ اسی طرح اس لئے کہ وہاں امام کا جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر وہ جھگڑا نہ ہوتا۔ اور وفات یافتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بدگو نہ ہوتا۔ تو جنازہ کی بھی اجازت دے دی جاتی۔ مگر وجہ اس کے کہ یہ ایک رنگ کی عبادت بھی ہے! اور بیچ میں بڑا سوال امام کا آجاتا ہے۔ اس لئے اس سے الگ رہنے کو ترجیح دی گئی۔

جو لوگ نیک تعلق رکھنے والوں اور نیک رائے رکھنے والوں کے متعلق دعا میں بخل کرتے ہیں۔ وہ ہمارے طریق عمل کے خلاف کرتے ہیں۔ میں ہمیشہ ہی ایسے لوگوں کے متعلق دعا کرتا رہتا ہوں۔ جو احمدیت کے متعلق نیک ظن رکھتے تھے۔ اور ہم سے حسن سلوک کرتے تھے۔"

(پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

اخبار ربوہ مبارکہ

ربوہ مبارکہ ۵ جولائی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مع اصحاب کے سندھ میں خیر و عافیت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا کو ہر آن اپنے فضل و رحم کے سایہ کے نیچے رکھے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر جماعت میں تفقہ فی الدین کرنیوالوں کی ضرورت

"لولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ۔ یعنی ایسے لوگ ہونے چاہئیں۔ جو تفقہ فی الدین کریں۔ یعنی جو انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے۔ اس میں تفقہ کر سکیں۔ یہ نہیں کہ طوطے کی طرح یاد ہو۔ اور اس میں غور و فکر کی مطلق عادت اور مذاق ہی نہ ہو۔ اس سے وہ غرض حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے اور وہی غرض ہماری ہے۔ یعنی محل اور موقعہ کے حسب حال جواب دے سکیں۔ مناظرہ کر سکیں لیکن چونکہ سب کے سب ایسے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ سب کے سب ایسے ہو جائیں بلکہ یہ فرمایا۔ کہ ہر جماعت اور گروہ میں سے ایک ایسا آدمی ہو۔ اور گویا ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہونی چاہیئے۔ جو تبلیغ اور اشاعت کا کام کر سکیں۔" (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۶ء)

اسلام کی حقیقت

"عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کیا کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ۔ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازیں بہت دعا کرو۔ کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے۔ اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے۔ اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پائے۔ کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ۔ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کی رو سے تمہاری دنیا پر مقدم ہو جائیں۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۱-۶۲)

مومن کے جوہر مصائب سے کھلتے ہیں

"خدا تعالیٰ کے پیاروں کو گناہ سے مصائب نہیں پہونچتے۔ دیکھو۔ جب تک لڑکی اپنے والدین کے گھر میں ہوتی ہے۔ والدین اُسے بہت پیار کرتے ہیں۔ اور نکاح کے وقت اگرچہ والدین کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ والدہ ایک طرف روتی ہے اور والد ایک طرف روتا ہے۔ تاہم وہ سب تکالیف برداشت کر کے اس کو ہمیشہ کے لئے الگ کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس لڑکی میں ایک جوہر ہے۔ جو کہ سسرال میں جا کر ظاہر ہو گا۔ اس لئے مومن کے جوہر بھی مصائب سے کھلتے ہیں۔" (البدر نمبر ۹۔ جلد ۲)

مرشد روحانی اور والدین اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کے مظہر ہوتے ہیں

سورۃ الناس پڑھکر فرمایا "اس میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی مستحق حمد کے ساتھ عارضی مستحق حمد کا بھی اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ اسلئے ہے کہ اخلاق فاضلہ کی تکمیل ہو۔ چنانچہ اس سورہ میں تین قسم کے حق بیان فرماتے ہیں — فرمایا تم پناہ مانگو اللہ کے پاس جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے اور جو رب ہے اور جو ملک ہے لوگوں کا اور پھر جو معبود و مطلوب حقیقی ہے لوگوں کا۔ یہ سورۃ اس قسم کی ہے کہ اس میں اصل توحید کو تو قائم رکھا۔ مگر ساتھ یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق بھی ضائع نہ کریں جو ان اسماء کے مظہر ظلی طور پر ہیں۔ رب کے لفظ میں اشارہ ہے کہ حقیقی طور پر خدا ہی پرورش کرنیوالا اور تکمیل تک پہنچانیوالا ہے لیکن عارضی اور ظلی طور پر دو اور بھی وجود ہیں۔ جو ربوبیت کے مظہر ہیں۔ ایک جسمانی طور پر۔ دوسرا روحانی طور پر۔ جسمانی طور پر والدین ہیں اور روحانی طور پر مرشد اور ہادی ہے۔ دوسرے مقام پر تفصیل کیساتھ بھی ذکر فرمایا ہے۔ وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو۔ اور والدین سے احسان کرو حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے۔ اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے۔ اور والد اس حالت میں ماں کی جمعیت کا متکفل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ناتوان مخلوق کی خبرگیری کیلئے دو محل پیدا کر دیئے ہیں۔ اور اپنی محبت کے انوار سے ایک پرتو محبت کا ان میں ڈالدیا۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ماں باپ کی محبت عارضی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے۔ اور جب تک قلوب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا القاء نہ ہو کوئی فرد بشر خواہ دوست ہو یا کوئی برابر کے درجہ کا ہو۔ یا کوئی حاکم ہو کسی سے محبت نہیں

بھائی عبد الحق قادیانی پرنٹر و پبلشر نے امان آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

"گائے کشی کے خلاف بے معنی تحریک"

"انٹرنیشنل آرین لیگ کے صدر مسٹر دھرمندر شاستری نے دہلی پر ایک پریس کانفرنس کے سامنے بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ

"ملک بھر میں رکشا بندھن سے لیکر کرشن جنم اشٹمی تک گئو رکشا ہفتہ منایا جائیگا۔ رکشا بندھن کے مبارک دن کو پرجا گئو رکشا ایجی ٹیشن شروع کریگی ہفتہ بھر پر بھارت پھیریاں ہوں گی۔ اور کرشن جنم اشٹمی کے دن عام میٹنگوں میں ریزولیوشن پاس کر کے گورنمنٹ ہند سے گائے کشی کیخلاف بل پاس کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اب ہم مزید عرصہ تک ملک میں گائے کشی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم نے تحریک مذہبی اقتصادی اور ملکی کے جذبات سے متاثر ہو کر شروع کی ہے۔ ہمارا کوئی پولیٹیکل مقصد نہیں۔ لیکن یہ درست ہے کہ ہماری ایجی ٹیشن کا ملک کی سیاست پر ضرور اثر پڑے گا۔ جیسا کہ آریہ سماج کی ہر مذہبی اور سماجک سرگرمیوں کا سیاست پر اثر پڑتا ہے۔ ہمیں یقین تھا کہ ملکی آزادی کے بعد ہماری قومی سرکار گائے کشی پر پابندی لگا دے گی اور برسر اقتدار کانگریس پارٹی بھی اپنے سابقہ اعلانوں کا پاس کرے گی اور گاندھی جی کے زاویۂ نگاہ کو یاد رکھے گی کہ گئو کشی کی ممانعت کو سوراج سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حکمرانوں کے سخت رویہ کو دیکھ کر ہمیں سخت ناامیدی ہوئی ہے۔"

سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان کے کسی صوبہ کا کوئی شہر بھی ایسا ہے جہاں کہ آج گائے ذبح کی جاتی ہو۔ اور اگر کسی عیسائی یا مسلمان نے وقتی طور پر کسی گائے کو ذبح کیا ہو تو ذبح کرنے والے کی زندگی کو خطرہ کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ جبکہ جس صورت میں کہ آج ہندوستان میں گائے کشی عملی طور پر قطعی بند ہے ایسے قانون کی کیا ضرورت ہے جس کا کہ اثر ہمارے سیکولرازم پر بھی پڑتا ہو۔

گائے اور بھینس کشی ہندوستان میں بند ہونی چاہیئے کیونکہ ہندوستان کو دودھ گھی اور مکھن کی ضرورت ہے۔ اور دودھ دینے والے جانوروں کا کاٹنا کم از کم دس برس کے لئے ضرور بند کیا جائے تاکہ ہندوستانی دودھ اور گھی کے ذریعہ اپنی برباد شدہ صحت کو پھر حاصل کر سکیں مگر ان جانوروں کے متعلق کسی قانون کے مستقل طور پر نافذ کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ہندوستان سیکولر مذہب نہیں۔ یہ ایک ہندو سلطنت ہے جہاں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو کھانے پینے اور مذہبی رسوم کی آزادی بھی حاصل نہیں اس کے علاوہ ہم بوڑھے اور نکمے، بانجھ اور دائم المریض جانوروں کو بھی قانوناً کاٹنے کی ممانعت کر دیں۔ تو پھر ملک کی ضرورت کے لئے چمڑا کہاں سے آئے گا۔ اور کیا آج دنیا میں کوئی انڈسٹری بھی بغیر چمڑے کے چلائی جا سکتی ہے۔ گائے کشی کے خلاف قانون پاس کرنے والے ہندو لیڈروں کو چاہیئے کہ وہ اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔ (منقول از اخبار ریاست مورخہ ۲۹ جون ۱۹۵۳ء)

اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کے متعلق تحقیقات

"پنجاب (پاکستان) گورنمنٹ نے اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کے متعلق تحقیقاتی کمیشن مقرر کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کمیشن کو اختیارات حاصل ہوں گے کہ وہ جس شخص کو چاہے عدالت میں طلب کر کے اس سے حلفیہ بیان اور شہادت حاصل کر سکے اور جو دستاویز چاہے طلب کرے۔ اگر پبلک مفاد کے خیال سے ضرورت ہو تو وہ تحقیقات کے جس حصہ کو مناسب سمجھے پبلک پر ظاہر نہ کرے اور یہ کمیشن تحقیقات کرے گا کہ

(۱) فسادات کی ذمہ داری کس کی گردن پر ہے

(۲) مارشل لاء جاری کرنیکی وجوہ کیا تھیں۔

(۳) کیا صورت اختیار کی جائے کہ آئندہ ایسے واقعات پیش نہ آئیں۔

احمدیہ جماعت کے لوگوں پر ان کے اقلیت ہونے کے باعث جو ظلم پاکستان میں ہوا وہ ایک ذمہ دار گورنمنٹ کے لئے باعثِ فخر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہ باعث مسرت ہے کہ آخر پاکستان گورنمنٹ کو تحقیقاتی کمیشن مقرر کرنا پڑا۔ مگر یہ تحقیقاتی کمیشن تب ہی مفید اور پبلک کے لئے تسلی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اگر اس ایجی ٹیشن کے جاری کرنے والے ذمہ دار لوگوں کو سخت سزائیں دی جائیں جنہوں نے مذہب کے نام پر انسانوں کی زندگیوں کیساتھ کھیلنے کی شرمناک کوشش کی (منقول از اخبار ریاست دہلی مورخہ ۲۹ جون ۱۹۵۳ء)

ہمارا پیارا خدا

از کلام پاک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ

ہمارا خدا وہ خدا ہے۔ جو آب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اسکی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں۔ اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونیکے۔ اور دور ہے باوجود قریب ہونیکے۔ وہ تمثل ہونیکے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔ مگر اسکے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اسکے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا۔ اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا۔ اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا۔ اور جامع ہے تمام طاقتوں کا۔ اور مبداء ہے تمام فیضوں کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شئے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا۔ اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اُسی کی عبادت کریں اور اس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اور تمام رُوح اور اُن کی طاقتیں اور تمام ذرات اور اُن کی طاقتیں اُسی کی پیدائش ہیں۔ اُس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اُس کو اُسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں۔ اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اور اپنی قدرتیں اُن کو دکھلاتا ہے۔ اسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے۔ وہ سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُس کا کام ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اُس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بیخبر ہے وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان امور کے جو اُس کی شان کے مخالف ہیں یا اُس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔

(منقول از الوصیّت)

"انقلاب!"

از نعمت انور صاحب یادگیری

(اُس حقیقی انقلاب کی آمد میں جو سینۂ زمین پر انگڑائی لے رہا ہے)

غموں کا بارِ زمیں پر حرام ہو جائے
نئے نظامِ جہاں کا قیام ہو جائے
حیاتِ نو کا تبسم اب عام ہو جائے
زمیں پہ اک نیا انساں مقام ہو جائے
یہ ناتمام تمنّا تمام ہو جائے

یہ حزن و غم کی گھٹائیں یہ ظلمتوں کے ہجوم
چمن کی خاک پہ رقصاں ہے اک ہوائے سموم
چمک کے جھکے جا رہے ہیں ماہ و نجوم
نگارِ صبح کو اذنِ خرام ہو جائے
یہ ناتمام تمنا تمام ہو جائے

نظامِ کہنہ کا گیتی پہ بار کب سے ہے
دلِ حیات غموں کا شکار کب سے ہے
خزاں، خزاں سی فسردہ بہار کب سے ہے
بہارِ نو کی تجلی اب عام ہو جائے
یہ ناتمام تمنا تمام ہو جائے

او آفتابِ سحر دیر ہو گئی آ جا
او روئے نورِ نظر دیر ہو گئی آ جا
نگارِ امنِ بشر دیر ہو گئی آ جا
تا شیطنت کا پریشان نظام ہو جائے
یہ ناتمام تمنا تمام ہو جائے

اعلانِ نکاح

مورخہ ۲۵ جون ۵۳ء بروز جمعرات بعد نماز عصر مسجد مبارک میں سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ بنت سید محمود علی صاحب مرحوم ساکن موہر دلی پور سونگھڑہ ضلع کٹک (اڑیسہ) کا نکاح عبد العظیم صاحب ولد میاں رحمت اللہ صاحب ل درویش قادیان کیساتھ مبلغ آٹھ سو روپیہ مہر پر مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ نے پڑھا۔ احباب دعا فرمادیں کہ یہ تعلق جانبین کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔ آمین۔

فقط عبد القدیر واقف زندگی قادیان

درخواست دعا

میرا چھوٹا لڑکا محمود احمد گذشتہ ماہ مئی میں تقریباً ڈیڑھ ماہ بخار میں مبتلا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ دوستوں کی دعا کی برکت سے آرام ہو گیا۔ اور اب دوبارہ دو چار دن خفیف بخار ہو کر اسکے بائیں ہاتھ پر فالج کا حملہ ہو گیا ہے اللہ پاک رحم کرے خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام و بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان و احباب کرام کی خدمت میں عاجزانہ گذارش ہے کہ آپ سب عزیز مذکور کی کامل صحت یابی اور درازیٔ عمر کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے دعا فرما کر

ولادت

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے ۲۴ جون ۱۹۵۳ء بروز سوموار بوقت ۱۰ بجے رات تیسرا لڑکا عطا فرمایا۔ حضور پُرنور اور درویشان اور تمام دوستوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اسکی صحت سلامتی زندگی اور خادم دین ہونے کیلئے دعا فرمادیں اور اسکے والدین کیلئے بھی دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی نعمتوں کا وارث بنائے۔ خاکسار ملا محمد دین سکنہ کلہ کشمیر

خطبہ جمعہ

اپنے اعمال سے دنیا پر واضح کر دو کہ تم دوسروں سے زیادہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اعلیٰ اخلاق ظاہر کرنیوالے ہو

تمہارا فرض ہے کہ بنی نوع انسان کی عموماً اور مسلمانوں کی ہمدردی کے کاموں میں خصوصاً شوق سے حصہ لو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(فرمودہ ۵ مئی ۱۹۵۳ء)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

سب سے بڑی مصیبت جو انسان پر آتی ہے اور اسے ہلاکت اور بربادی کے گڑھے میں گرا دیتی ہے وہ یہی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو اندھا اور بہرہ سمجھ لیتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ انسان کو اپنی

آنکھ کا شہتیر

نظر نہیں آتا۔ اس سے دوسروں کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے۔ پس بڑی خرابی یہی ہوتی ہے۔ کہ انسان دوسرے کے عیب کو بڑا بنا کر دیکھتا ہے۔ اور اس وجہ سے اپنے عیب کو بڑھا کر دکھاتا ہے۔ تو علاوہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے عیب بینی کے نتیجہ میں وہ اپنے عیب کو بھول جاتا ہے جب اُسے کہا جاتا ہے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ ساری دنیا ہی جھوٹ بولتی ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ ایسا کہہ کر اس نے اپنا عیب کم (؟) کر لیا ہے۔ یا جب کوئی احمدی سینما دیکھتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تم کیوں سینما دیکھتے ہو۔ تو وہ کہہ دیتا ہے کہ سارے احمدی ہی سینما دیکھتے ہیں۔ گویا اسے فوراً سارے احمدی سینما دیکھنے والے نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک احمدی

چندہ نہیں دیتا

اور اسے کہا جائے کہ تم چندہ کیوں نہیں دیتے تو وہ فوراً یہ جواب دیتا ہے کہ کوئی احمدی بھی اپنی آمدنی کے مطابق چندہ نہیں دیتا۔

غرض دوسروں کے عیوب کو بڑھا کر پیش کرنے اور ان کی طرف عیوب منسوب کرنے کی وجہ سے انسان اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ مصیبت ایسی مصیبت ہے کہ اس کی وجہ سے انسان اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ وہ دوسروں کو عیب دار خیال کرتا ہے اور خود یہ سمجھتا ہے۔ کہ میرے عیب کوئی نہیں دیکھتا۔ پہلے وہ دوسروں کو اندھا خیال کرتا ہے۔ اور خود یہ سمجھتا ہے۔ کہ دوسرے اس کے عیب کو نہیں دیکھتے۔ اور پھر وہ خود اندھا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے خود بھی اپنے عیب نظر نہیں آتے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے بلی آتی ہے تو کبوتر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ آنکھیں بند کرنے سے اُسے بلی نظر نہیں آتی۔ لیکن وہ سمجھتا یہ ہے کہ بلی بھی اُسے نہیں دیکھ رہی۔ اگر انسان دوسروں کو اندھا نہ سمجھے اور یہ خیال نہ کرے۔ کہ دوسرے لوگ اسکے عیوب کو نہیں جانتے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہو کہ اسے اپنے عیوب نظر آجائیں اور اس طرح وہ اپنے

عیوب کی اصلاح

کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

۱۹۱۲ء میں جب میں نے حج کیا تو میرے ایک ماموں جو ہماری نانی صاحبہ مرحومہ کی بہن کے لڑکے تھے۔ اور برطانوی قونصلیٹ میں کام کرتے تھے مجھے سمندر کے کنارے ایک جگہ لے گئے۔ اور کہنے لگے یہاں ایک عجیب واقعہ ہوا تھا۔ جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ چند سال ہوئے ایک آغا خانی جو سر آغا خاں کے چچا تھے۔ یا کوئی اور قریبی رشتہ دار تھے۔ حج کے لئے آئے۔ ان کے ساتھ ان کا لڑکا بھی تھا۔ وہ بڑے آدمی تھے ان کا اپنے شرکاء کے ساتھ جائیداد کا جھگڑا تھا۔ شرکاء انہیں وہ جائیداد نہیں دینا چاہتے تھے۔ مقدمہ چل رہا تھا۔ اس مقدمہ کے دوران میں انہیں خیال پیدا ہوا۔ کہ میں حج کر آؤں۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ بڑے آدمیوں کو اپنے آرام کا بڑا خیال ہوتا ہے۔ وہ سفر میں بھی جہاں تھوڑی دیر ٹھہرنا ہو اپنے

آرام کا سامان

کر لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ جہاز سے اُترے تو ان کے نوکروں نے آرام کرسیاں بچھا دیں اور کہا آپ تشریف رکھیے ہم سامان وغیرہ اتار لیں وہ آرام کرسیوں پر جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے پستول سے ان دونوں کو ہلاک کر دیا۔ چونکہ وہ بمبئی سے روانہ ہوئے تھے۔ اور بمبئی انگریزی علاقہ میں تھا۔ اور جہاز بھی برطانوی تھا اس لئے ان کی وفات کی خبر جب ملی۔ تو برطانوی قونصل پولیس لے کر موقعہ پر پہونچے۔ جب وہ وہاں پہنچے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ دو نوکر وہاں کھڑے تھے۔ انہیں بتایا گیا کہ انہی دونوں نے پستول کے ذریعہ انہیں مارا ہے۔ چنانچہ پولیس نے آگے بڑھ کر انہیں گرفتار کر لیا۔ پہلے تو وہ دونوں بڑے اطمینان سے کھڑے تھے۔ لیکن گرفتاری کے بعد ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ جس طرح ایک انسان

کسی اچانک واقعہ سے

جس کی اسے امید نہ ہو گھبرا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ گھبرا کر کہنے لگے۔ کیا آپ نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ ہمیں تعجب ہوا کہ انہیں یہ خیال کیسے آیا کہ ہم انہیں دیکھ نہیں رہے ہیں۔ تو انہیں کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تمہیں دیکھ نہیں رہے۔ وہ کہنے لگے جن لوگوں کے کہنے پر ہم نے قتل کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں دو پڑیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ قتل کے بعد تم یہ دونوں پڑیاں کھا لینا ان کے کھانے سے تم کسی کو نظر نہیں آؤ گے۔ درحقیقت ان پڑیوں میں زہر تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی انہیں خون کے دست آنے شروع ہو گئے۔ اور وہ دونوں مر گئے۔ اب یہ ان لوگوں کی حماقت تھی کہ انہوں نے سمجھا کہ ہم کسی کو نظر نہیں آتے۔ اور شائد جو شخص بھی یہ واقعہ سنے گا کہے گا کہ کیا دنیا میں ایسے بے وقوف بھی ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں۔ کہ ہم کسی اور کو نظر نہیں آتے۔ جیسے چھوٹے بچے سمجھتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی ایک ٹوپی تھی۔ اگر کوئی شخص وہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ لیتا تھا تو وہ کسی اور کو نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن بڑی عمر کے لوگ اس وہم میں مبتلا نہیں ہوتے۔ ہاں

مذہب کے سلسلہ میں

بڑی عمر کے لوگ بھی بعض دفعہ اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ تو نہیں سمجھتے کہ ہم کسی اور کو نظر نہیں آتے۔ لیکن وہ یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ ان کے اعمال کسی اور کو نظر نہیں آتے۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ ان کا یہ فعل کسی اور کو نظر نہیں آتا۔ وہ ظلم کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہیں کوئی اور نہیں دیکھ رہا۔ وہ نمازوں کے تارک ہوتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ کوئی محلہ والا یہ نہیں جانتا کہ وہ نمازوں کے تارک ہیں۔ وہ چندے نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ چندے دیتے ہیں۔ گویا وہ اپنے جسم کے متعلق تو یہ خیال نہیں کرتے کہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا۔ لیکن جھوٹ۔ دھوکہ۔ فریب۔ کینہ۔ کپٹ۔ حسد اور ظلم کے متعلق وہ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا۔ جب انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو

اس کی مرض لاعلاج

ہو جاتی ہے۔ انسان کی اصلاح کا ذریعہ یہ ہے کہ لوگ اس کے عیوب کو دیکھیں اور اُسے کہیں کہ تم میں فلاں عیب ہے۔ اسی طرح وہ اپنے اس عیب کی اصلاح کر لیتا ہے۔ جب وہ اپنے وہم سے اس ذریعہ کو بھی مٹا دے۔ تو وہ جاہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک لڑکی تھی۔ جو اب فوت ہو گئی ہے۔ اس کی آنکھیں کمزور تھیں۔ اس کے والد کثرت سے قادیان آتے تھے۔ اور اکثر ہمارے گھروں میں ہی رہتے تھے۔ اس کی آنکھ کا پپوٹا جھکا ہوا تھا۔ اور وہ بڑی کوشش سے پپوٹے اُٹھا کر دیکھ سکتی تھی۔ اور بڑی محنت سے دیکھا ہے۔ اسے پہلے سے تو آرام تھا۔ لیکن پھر بھی وہ بڑی مشکل سے دیکھتی تھی۔ چونکہ اس کی آنکھوں میں نقص تھا۔ اور وہ دوسروں کو دیکھ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے وہ بچپن میں سمجھتی تھی کہ لوگ بھی اُسے نہیں دیکھتے ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک ضروری کتاب

لکھ رہے تھے۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی۔ کہ بچے آپ کو ستائیں نہیں تا کتاب کا مضمون خراب نہ ہو۔ ہم تو ایسی عمر کے تھے کہ یہ بات سمجھ سکتے تھے۔ میری عمر اس وقت پندرہ سولہ سال کی تھی۔ میاں بشیر احمد صاحب دس گیارہ سال کے تھے۔ اور میاں شریف احمد صاحب آٹھ نو سال کے تھے۔ اس لئے ہم تو سمجھ سکتے تھے۔ کہ ہمارے وہاں جانے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام میں حرج واقع ہوگا۔ لیکن ہماری چھوٹی بہن امۃ الحفیظ بیگم جو میاں عبداللہ خاں سے بیاہی ہوئی ہیں۔ ڈیڑھ دو سال کی تھیں وہ یہ بات نہیں سمجھ سکتی تھیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام مٹھائی منگوا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ جب امۃ الحفیظ بیگم باتیں شروع کر دیتیں۔ تو آپ انہیں مٹھائی دے دیتے اور وہ باہر آ جاتیں اس طرح آپ اپنے وقت کا بچاؤ کر لیتے تھے۔ ہماری بہن کا نام تو امۃ الحفیظ بیگم ہے۔ لیکن اس وقت بھیجی بھیجی کہا کرتے تھے۔ اس لڑکی نے جب یہ بار بار سنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ بھیجی مٹھائی لے لو۔ تو خیال کیا کہ میں بھی مٹھائی لاؤں۔ اس نے خیال کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میری طرح دیکھتے تو ہیں نہیں۔ اس لئے اُنہیں پتہ نہیں لگے گا۔ کہ میں کون ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی بہن کو ساتھ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئی۔ اور ہاتھ پھیلا کر کہنے لگی۔ حضرت صاحب جی میں بھیجی ہوں مجھے مٹھائی دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے مٹھائی دے دی۔ لیکن بعد میں گھر میں بتایا۔ کہ یہ سمجھتی ہے کہ اس کی طرح ہمیں بھی نظر نہیں آتا۔ اپنی وفات سے کوئی ایک سال پہلے وہ لڑکی میرے پاس ملنے آئی۔ تو میں نے اُسے کہا۔ کیا تمہیں اپنے بھیجی کا لطیفہ یاد ہے۔ تو اُس نے کہا۔ ہاں خوب یاد ہے۔ کیونکہ اس کے ماں باپ اور رشتہ دار وغیرہ اسے وہ لطیفہ ساری عمر یاد دلاتے رہے تھے۔ یہی حالت عام لوگوں کی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا میں سارے لوگ ہی اندھے ہیں۔ اور کوئی ان کے عیب کو نہیں دیکھ رہا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے جب تم یہ بیان کرتے ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دنیا کی اصلاح کے لئے

مبعوث ہوئے ہیں۔ دنیا بالکل خراب ہو گئی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے آپؑ کو بھیجا تاکہ آپ اخلاق اور روحانیت کو قائم کریں۔ اور تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ جب تک ہم ایک غیر احمدی سے یہ باتیں منوائیں گے نہیں۔ وہ حضرت مرزا صاحب کو مانے گا نہیں۔ کیونکہ جب کوئی خرابی ہے ہی نہیں۔ تو خدا تعالیٰ کو یہ شور مچانے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن جب تم کسی مخالف کو یہ دلیل دیتے ہو تو وہ ہنس پڑتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا تغیر پیدا کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تم لوگ جھوٹ بولتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے سچ بلوا دیا۔ تم حرام خوری کرتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے حرام خوری کو بند کروا دیا۔ تم نماز کے پاس نہیں جاتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے تمہیں نماز پڑھا دی۔ تم روزے نہیں رکھتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے تمہیں روزے رکھوا دیئے۔ تم زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے تم سے زکوٰۃ دلوا دی۔ تو بیشک ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں ایک

عظیم الشان تغیر

پیدا کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ بعض احمدیوں میں یہ ضرور تغیر پیدا ہوا ہے۔ اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ اکثر احمدیوں میں کچھ نہ کچھ تغیر پیدا ہوا ہے۔ لیکن جن لوگوں میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا یا کچھ نہ کچھ تغیر پیدا ہوا ہے انہیں دیکھنے والے سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ان لوگوں میں کچھ اچھے آدمی پائے جاتے ہیں۔ تو ہم میں بھی کچھ اچھے آدمی پائے جاتے ہیں۔ ہم میں اور ان لوگوں میں کوئی نمایاں فرق نہیں۔ کہ ہمیں ان کی جماعت میں داخل ہونے کی ضرورت ہو۔ جماعت میں داخل ہونے اور جماعت سے باہر رہنے میں فرق تب ظاہر ہو گا جب وہ دیکھیں کہ ان میں ظلم پایا جاتا ہے۔ لیکن تم میں نہیں پایا جاتا۔ ان میں فریب اور دھوکہ دہی پائی جاتی ہے۔ لیکن تم میں نہیں پائی جاتی۔ ان میں نکما پن چغلخوری عیب جوئی اور دوسری برائیاں پائی جاتی ہیں لیکن تم ان سے پاک ہو چکے ہو۔ ورنہ دیکھنے والے کہتے ہیں۔ کہ آخر مرزا صاحب نے کیا تغیر پیدا کیا ہے۔ آپؑ کے آنے سے سارے عالم اسلام میں جوش پیدا ہوا۔ اور لوگ ہمارے مخالف ہو گئے۔ لیکن اس کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیئے کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ پچھلے فسادات میں جو کچھ ہوا۔ وہ کچھ کم تھا۔ احمدیوں کو مارا گیا۔ اُن کے گھر لوٹے گئے۔ اور عوام میں اس قدر جوش پیدا کر دیا گیا کہ گورنمنٹ بھی ہل گئی۔ ان دنوں عرب۔ مصر اور امریکہ سے جو لوگ آتے تھے۔ وہ بھی ہم سے یہی پوچھتے تھے۔ کہ جماعت کے خلاف یہ جوش کیوں ہے؟ اگر ہم انہیں یہ کہتے۔ کہ ہم سارے سچے ہیں راستباز ہیں۔ نیک ہیں۔ غرباء سے ہمدردی کرتے ہیں۔ مخلوقِ خدا سے ہمیں محبت ہے۔ ہم میں قربانی اور ایثار پایا جاتا ہے۔ لیکن ان لوگوں میں چونکہ یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہمیں مٹا دیں۔ تاکہ ہمارے آئینہ میں ان کو اپنی خراب شکل نظر نہ آئے۔ تو یہ بات سب لوگ سمجھ جاتے۔ لیکن ہمیں یہ جواب دینا پڑتا تھا کہ یہ لوگ حیاتِ مسیح کے قائل ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے لوگوں کی طرح فوت ہو گئے ہیں۔ ہم جہاد کی اور تشریح کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ کوئی زمانہ تبلیغی جہاد کا ہوتا ہے۔ اور کوئی زمانہ تلوار کے جہاد کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر حالت میں تلوار کا جہاد فرض ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے یہ لوگ ہمیں مارتے ہیں۔ لوٹتے ہیں۔ اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ ہمارا یہ جواب خواہ کتنا بھی معقول ہوتا ان

لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور وہ حیران ہوتے تھے۔ کہ اس اختلاف کی وجہ سے لوگ اتنی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ امریکن اور یورپین لوگ آئے تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا۔ کہ آخر کوئی وجہ تو ہے جس کی وجہ سے سب لوگ آپ کے خلاف ہیں۔ ہم اس کا یہ جواب دے سکتے تھے۔ اور دیتے بھی تھے۔ کہ آپ ان سے پوچھیں۔ غصہ انہیں آتا ہے۔ ہمیں تو نہیں آتا۔ اس لئے وہی بتا سکتے ہیں۔ کہ ان کے غصہ کی کیا وجہ ہے۔ لیکن وہ لوگ کہتے ہیں ہم آپ سے بھی پوچھنا چاہتے ہیں آپ بھی تو اسی ملک میں رہتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیئے۔ کہ آخر ان کے غصہ میں آنے کی کیا وجہ ہے۔ اس پر ہم اختلافات بیان کرتے۔ لیکن وہ ان اختلافات کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ مثلاً اگر ایک جاپانی ہم سے اس قسم کا سوال کرتا ہے۔ تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا ہی قائل ہی نہیں۔ اس کے سامنے اگر ہم یہ بات بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ لوگ حیاتِ مسیحؑ کے قائل ہیں۔ اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدِ عنصری آسمان پر موجود ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ آپ دوسرے لوگوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔ تو اس کے لئے یہ بالکل بے حقیقت چیز ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم جہاد کا یہ مفہوم پیش کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ جہاد کے متعلق یہ ہے تو وہ اس کی

کوئی قیمت نہیں سمجھتا

لیکن ایک دہریہ بھی جو کسی مذہب کا قائل نہیں ہوتا۔ سچ بولنا۔ ظلم نہ کرنا۔ رحم اور انصاف سے کام لینا۔ غرباء سے ہمدردی کرنا اور قربانی اور ایثار کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ہم ایک جاپانی سے یہ امید نہیں رکھتے۔ کہ وہ وفاتِ مسیح کے عقیدہ کو سمجھے۔ لیکن ایک جاپانی۔ چینی۔ افریقی اور مصری اس حقیقت کو ضرور سمجھتا ہے کہ دنیا میں امن قائم ہونا چاہیئے۔ انصاف کرنا چاہیئے۔ عقل سے کام لینا چاہیئے۔ تم ایک دہریہ کو کہو۔ کہ تم نماز پڑھو۔ تو وہ تمہاری شکل دیکھ کر خیال کرے گا۔ کہ تم پاگل ہو گئے ہو۔ لیکن اگر تم اسے کہو۔ کہ سچ بولو۔ تو باوجود اس کے کہ وہ کسی مذہب کا بھی قائل نہیں۔ وہ

اس بات کو وزن

دے گا۔ وہ تمہیں یا تو یہ کہے گا۔ کہ میں سچ بولتا ہوں یا کہے گا۔ میں کمزور ہوں میں معافی مانگتا ہوں۔ آئندہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ وہ یہ نہیں کہے گا۔ کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تم ایک ہندو یا ایک سکھ کو یہ کہو۔ کہ تم ظلم نہ کرو۔ تو وہ یا تو یہ کہے گا کہ میں ظلم نہیں کرتا۔ یا کہے گا۔ کہ بے شک مجھ سے غلطی ہو گئی ہے میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔

لیکن اگر تم اسے یہ کہو کہ تم

قرآن کریم پڑھا کرو

تو وہ ہنس پڑے گا۔ اور کہے گا۔ کہ کیا میں مسلمان ہوں۔ اگر تم ایک دہریہ کو کہو تم ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ تو وہ ہنس پڑے گا۔ لیکن اگر یہ کہو۔ کہ تم کمزور پر ظلم نہ کرو۔ تو باوجود اس کے کہ کمزور پر ظلم نہ کرنا خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے کے مقابلہ میں نہایت چھوٹی سی چیز ہے۔ پھر ایک دہریہ اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ وہ اس بات پر ہنس نہیں سکتا۔ وہ یہ کہے گا۔ کہ آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں کمزوروں پر ظلم نہیں کرتا۔ یا کہے گا مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ آئندہ ایسا نہیں کروں گا یا یہ کہے گا کہ تم کون ہوتے ہو میرے معاملات میں دخل دینے والے۔ لیکن یہ نہیں کہے گا۔ کہ یہ بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔ بہرحال وہ تمہاری اس بات کے یہی جواب ہی دے گا۔ یا یہ کہ میں ظلم نہیں کرتا۔ آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ یا یہ کہ میں نے اس دفعہ غلطی کی ہے۔ آئندہ غلطی نہیں کروں گا۔ یا یہ کہ آپ کون ہوتے ہیں میرے معاملات میں دخل دینے والے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اگر ہم اُسے یہ کہیں کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ رسول پر ایمان لاؤ۔ قرآن کریم پر ایمان لاؤ۔ تو وہ کہے گا۔ اس میں کیا رکھا ہے۔ پس تم دنیا کے سامنے یہ بات پیش نہیں کر سکتے۔ کہ ہم

خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان

رکھتے ہیں۔ اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں تم یہ بات پیش کر سکتے ہو۔ کہ ہم راستباز ہیں۔ سچے ہیں۔ شریعت پر عمل کرنے والے ہیں۔ ہم فریب نہیں کرتے دھوکہ نہیں دیتے۔ دوسرے کا مال نہیں کھاتے کینہ نہیں رکھتے غرباء سے ہمدردی کرتے ہیں۔ قربانی اور ایثار کا مادہ ہم میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح تم اسلام کے دوسرے فرقوں کے سامنے یہ چیز پیش نہیں کر سکتے کہ ہم خدا۔ اس کے رسولؐ اور قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان چیزوں پر دوسرے مسلمان بھی یقین رکھتے ہیں۔ ہاں تم ان کے سامنے یہ چیز پیش کر سکتے ہو۔ کہ تم نے اسلام کی تعلیم کو ترک کر دیا ہے لیکن ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ ہم سارے کے سارے نمازیں پڑھتے ہیں۔ جن پر حج فرض ہے۔ وہ حج کرتے ہیں۔ جنہیں روزہ رکھنا منع نہیں وہ روزہ رکھتے ہیں۔ پھر ہم قرآن کریم کی دوسری تعلیموں پر بھی عمل کرتے ہیں۔ لیکن تم لوگ عمل نہیں کرتے۔ اگر تم یہ چیزیں پیش کرو۔ تو دوسرے مسلمان چپ ہو جائیں گے۔ پس سب سے واضح تعلیم جس کو ساری دنیا مانتی ہے۔ وہ

اخلاق کی تعلیم ہے

پھر اس سے اتر کر دوسری باتیں ہیں۔ پس ایک مسلمان

کو تم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم تم سے زیادہ شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر تم واقعہ میں ایسا کرتے ہو۔ تو دوسرے لوگ اس سے ضرور متاثر ہوں گے اور متاثر ہوتے بھی ہیں چنانچہ جہاں بھی ایسے احمدی پائے جاتے ہیں۔ جو اچھا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ وہاں دوسرے لوگ یہی کہتے ہیں۔ کہ ہم مانتے ہیں۔ کہ آپ لوگ شریعت پر ہم سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔ اس پر ہم انہیں پکڑ لیتے ہیں۔ کہ اگر ہم لوگ شریعت کے احکام پر تم سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔ تو ہم کافر کس طرح ہوئے

پس میں جماعت کو عموماً اور ربوہ کے رہنے والوں کو خصوصاً اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ تم اپنے اعمال سے یہ بات واضح کرو۔ کہ تم

سچے مومن

ہو۔ اگر تم ایسا کرو۔ اور تمہاری مسجدیں اور تمہارے بازار اس بات پر شاہد ہوں۔ کہ تم نمازوں میں زیادہ پختہ ہو۔ تم زنا کی قبر بری کرنے ہو۔ تم ہمیشہ سچ بولتے ہو۔ تمہاری زبان عیب چینی نہیں کرتی۔ تم ظلم و تعدی نہیں کرتے۔ تو ہر شخص یہ اقرار کرے گا کہ مرزا صاحب نے عظیم الشان کام کیا ہے۔ اس سے کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں ہو گی۔ لیکن اگر تم کہو گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ تو ہے تو یہ سچی بات اور دوسرے مسلمانوں کا عقیدہ غلط ہے لیکن ہمیں ایک لمبی بحث کے بعد انہیں یہ بات منوانی پڑے گی۔ کہ اس بات کا ماننا اسلام کے لئے ضروری ہے تمہارا مخاطب شروع میں یہ کہدیگا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔ یا وفات یافتہ۔ اس میں کیا رکھا ہے۔ لیکن اگر تم یہ کہو کہ تم مسلمانوں نے نمازیں چھوڑ دی تھیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ہم سے نمازیں پڑھوانی شروع کر دیں۔ تم لوگوں نے

زکوٰۃ دینی ترک

کر دی تھی حضرت مرزا صاحب نے ہم سے زکوٰۃ دلوانی شروع کر دی۔ تم لوگوں نے ذکر الٰہی ترک کر دیا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے ذکر الٰہی شروع کروا دیا۔ تم لوگوں نے سچ بولنا ترک کر دیا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے ہم سے سچ بلوانا شروع کروا دیا۔ تم لوگوں میں رشوت خوری۔ جنبہ داری۔ ظلم و تعدی اور دوسروں کا مال کھانے کی بد عادات پائی جاتی تھیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ہم سے یہ عادات چھڑا دیں۔ تو اس کے جواب میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مرزا صاحب نے کیا تغیر پیدا کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت کی اکثریت نے ابھی اپنے اندر ایسا تغیر پیدا نہیں کیا۔ کہ ہم غیروں کے سامنے یہ دعویٰ کر سکیں۔ کہ ہماری عملی حالت اُن سے بہتر ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ جہاں تک

ارکان اسلام پر عمل

کا سوال ہے۔ ہماری جماعت زیادہ تعہد کے ساتھ ان کو بجا لاتی ہے جیسا کہ ارکان اسلام کی بجا آوری میں بھی بہت کمزور ہیں۔ مثلاً روزہ کو ہی لے لو۔ ہندوستان میں روزہ توڑ کھلا جاتا ہے۔ مگر عموماً بناوٹی ہوتا ہے۔ یعنی کوئی بچے سے روزہ رکھوا رہا ہے۔ تو کوئی سفر میں بھی روزہ رکھ رہا ہے۔ حالانکہ نہ بچوں پر روزہ فرض ہے اور نہ سفر میں روزہ فرض ہے۔

ایسے ہندوستانی مسلمان بھی ہیں۔ جو روزہ نہیں رکھتے۔ یا بیکار روزہ رکھتے ہیں۔ یعنی روزہ رکھنے کے باوجود گالی گلوچ، جھوٹ اور دھوکا و فریب کو ترک نہیں کرتے۔ پھر حج کے لئے بھی اکثر ایسے لوگ جاتے ہیں۔ جن پر حج فرض نہیں ہوتا۔ مثلاً بھک منگے چلے جاتے ہیں امراء نہیں جاتے۔ مگر یہی چیز ہمیں اپنی جماعت میں بھی نظر آتی ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں

حج کرنے کی توفیق

ہے۔ لیکن وہ حج کے لئے نہیں جاتے۔ اگر تمہارے نزدیک کسی کے پاس دس کروڑ روپیہ ہو تب اس پر حج فرض ہوتا ہے۔ تو دس کروڑ روپے رکھنے والا تو یقیناً احمدیوں میں کوئی نہیں۔ لیکن اگر توفیق سے مراد ہزار دو ہزار روپیہ ہے۔ تو ایسے سینکڑوں لوگ ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ ابھی ربوہ بن رہا ہے۔ یہاں ۲۶۰۰ - ۲۷۰۰ روپیہ میں ایک کنال زمین بکی ہے۔ بعض لوگ تین تین ہزار روپے فی کنال بھی دے رہے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے اس قیمت پر زمین خریدی ہے۔ انہوں نے مکان بھی بنوایا ہے۔ اس قدر روپیہ رکھنے والا احمدی یقیناً حج کر سکتا ہے۔ لیکن کتنے ہیں جو حج کے لئے جاتے ہیں۔ مجھے تو حج کے معاملہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جیسا دوسروں کا حال ہے ویسا ہی ہمارا حال ہے۔ لیکن باقی چیزوں میں احمدی نسبتاً اچھے ہیں لیکن مقابلہ میں نسبتاً اچھا ہونا فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ مخالف لوگ کمزوروں کو پیش کر کے اچھے لوگوں کے اثر کو بھی دور کر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کہیں سو احمدی ہیں اور دو نماز نہیں پڑھتے۔ تو مخالف ان دو احمدیوں کو پیش کر کے کہہ دے گا۔ کہ احمدی بھی نمازیں نہیں پڑھتے۔ پس تم

اپنے اندر تغیر پیدا کرو

ورنہ احمدی ہونے کا تمہیں فائدہ کیا۔ تم تو احمدیت کو بدنام کرتے ہو۔ اگر تم نماز کے پابند نہیں۔ اگر تم روزہ نہیں رکھتے۔ اگر تم زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اگر تم حج نہیں کرتے۔ اگر تم میں دیانت نہیں پائی جاتی۔ اگر تم میں حلال روزی کھانے کی عادت نہیں پائی جاتی۔ تو احمدی ہونے کا فائدہ کیا۔ یہی چیز ہے۔ جو دوسرے لوگوں نے دیکھنی ہے۔ لیکن تم اپنے اندر تغیر پیدا نہیں کرتے۔ تم اپنی اولادوں کو نماز روزہ کی تلقین نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنی اولاد کو نماز اور زکوٰۃ کی تحریک کیا کرتے تھے۔ لیکن تمہاری

مساجد اتنی آباد نہیں

ہوتیں۔ جو لوگ اس وقت جمعہ کے لئے یہاں بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں کو ربوہ کی تمام مساجد میں پھیلایا جائے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ اتنے آدمی روزانہ مساجد میں آتے ہیں اگر ربوہ میں دس مساجد ہیں۔ تو کیا ان لوگوں کا دسواں حصہ ہر مسجد میں حاضر ہوتا ہے۔ یہ غلطیاں ایسی ہیں جو دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوتی ہیں۔ اب رمضان آیا ہے۔ تم اتنی تو کوشش کرو۔ کہ تم اس ماہ میں فرائض کی طرف توجہ دو۔ یہ امر یاد رکھو کہ آخر خدا تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں قائم کرنا ہے اگر لوگ سیدھی طرح نہیں مانیں گے۔ تو وہ ڈنڈے سے منوائے گا۔ پس تم کوشش کرو کہ

تم میں عدل قائم ہو

انصاف ہو۔ روزے کی پابندی ہو۔ نماز کو سنوار کر ادا کرو۔ اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی معاملہ آئے تو چاہے وہ معاملہ اس کے باپ کا ہو۔ ماں کا ہو بیٹے کا ہو یا بھائی کا ہو۔ تم عدل و انصاف سے منہ نہ موڑو۔ اس کے علاوہ بعض اور بھی مسائل ہیں۔ جن کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ مثلاً دنیا امن چاہتی ہے۔ وہ تمہاری خدمت کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ دنیا پر تباہیاں آتی ہیں مصائب آتے ہیں۔ بلائیں آتی ہیں۔ لیکن تم لوگ اپنے مخصوص مسائل میں ہی پڑے رہتے ہو۔ دوسرے لوگ تباہ ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور تم احمدیت کی صداقت کے متعلق اشتہار لکھ رہے ہوتے ہو اس سے لوگوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تو مر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ اشتہار لکھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہیں ہم سے کوئی ہمدردی نہیں۔ لیکن اگر تم میں محبت ہو۔ خدمت خلق کا مادہ ہو۔ اگر لوگ بھوکے ہوں۔ اور تم ان کی امداد کا فکر کرو۔ تو سب لوگ تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں۔ مان لیا کہ

ہم غریب ہیں

لیکن ان کاموں میں ہمارا کچھ نہ کچھ دخل تو ہونا چاہیئے ہم دیکھتے ہیں کہ احمدیت کے مخصوص مفاد سے تعلق رکھنے والی کوئی تحریک ہو۔ تو جماعت کے لوگ اس میں کثرت سے چندہ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ملک کی کسی مصیبت کے لئے چندہ کا اعلان کیا جائے تو لوگ اس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مخلوق کی ہمدردی کا مادہ ہماری جماعت میں کم پایا جاتا ہے۔ مثلاً فلسطین پر مصیبت آئی۔ اور جماعت میں چندہ کی تحریک کی گئی۔ تو دو سال کے عرصہ میں کل چار ہزار روپیہ چندہ ہوا۔ لیکن اس مسجد کے لئے میں نے بیس پچیس ہزار روپے کی تحریک کی تھی لیکن ۶۵ ہزار روپیہ آ گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسجد ایک اہم چیز ہے لیکن جب مسلمان تباہ ہو رہے ہوں تو ان کی ہمدردی زیادہ ضروری ہوتی ہے۔ لیکن عموماً دیکھا گیا ہے کہ کوئی سیلاب آ جائے یا کوئی اور تباہی آ جائے تو جماعت میں جوش پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اٹھیں اور جائیں۔ اور لوگوں کی

مصیبت میں مدد کریں

لیکن اگر میں اعلان کر دوں۔ کہ فلاں کتاب شائع ہو رہی ہے اس کے لئے چندہ کی ضرورت ہے۔ تو مطلوبہ رقم سے زیادہ چندہ جمع ہو جائے گا۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ تم کتاب کے لئے چندہ نہ دو۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا۔ کہ تم دوسری باتوں میں بھی حصہ لو۔ کہتے ہیں دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر۔ لوگوں میں رہنا اور ان کا درد نہ رکھنا کتنی بڑی حماقت کی بات ہے۔ بندوں میں رہنا ہو۔ تو ان کی

خدمت کا جذبہ

بھی رکھنا چاہیئے۔ اگر تم میں بیواؤں کی خدمت غرباء کی امداد، اور تباہیوں میں تباہ حالوں کی خبر گیری کرنے اور ان کے لئے چندے دینے کی عادت نہیں پائی جاتی۔ تو تم میں کچھ بھی نہیں پایا جاتا۔ تمہارا فرض ہے کہ تم

مسلمانوں کی ہمدردی

کے کاموں میں حصہ لو اور جو تحریکات سارے ملک کے ساتھ تعلق رکھتی ہوں۔ ان میں بھی شوق سے شامل ہونے کی کوشش کرو۔ لیکن عموماً یہی دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر ملک کی مصیبت کے لئے چندہ کا اعلان ہو۔ تو جماعت اس طرف بہت کم توجہ دیتی ہے۔ لیکن اگر اسلام کی مخصوص ضرورت ہو۔ تو جماعت اس طرف بڑی توجہ دیتی ہے اس نقص کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اُن سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے مذہب بالکل اور چیز ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لیکن اگر کوئی عیسائی ہو۔ اور اُس کے گھر کو آگ لگ جائے۔ اور تم اُس کی مدد نہ کرو۔ تو کیا خدا تعالیٰ تمہیں صرف اس وجہ سے چھوڑ دیگا۔ کہ وہ عیسائی تھا مسلمان نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہو۔ اور تم اُسے بچاؤ نہیں۔ تو کیا خدا تعالیٰ تمہیں اس لئے چھوڑ دے گا کہ وہ عیسائی تھا یا چوہڑا تھا۔ اگر تم ایسے وقت میں ڈوبنے والے کی مدد نہیں کرتے تو

خدا تعالیٰ تمہیں ضرور پکڑے گا

لیکن اگر مصیبت کے وقت تم دوسرے لوگوں کی مدد کرتے ہو۔ تو خدا تعالیٰ بھی تم سے خوش ہو گا۔ اور ان کا یہ خیال بھی جاتا رہے گا کہ تمہیں ان سے کوئی ہمدردی نہیں تم نے ہوکر دین کیلئے چندہ دیدیا تو اپنے فرض کو پورا کر دیا۔ بیشک یہ بات بھی اہم ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے محبت رکھے بغیر خدا تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو شخص محبت الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے ضروری ہے کہ اُسے خدا تعالیٰ کے

بندوں سے بھی محبت

ہو۔ یہ ایک فطرتی چیز ہے۔ اگر تمہیں خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ محبت نہیں تو خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت ۱۲

پیغمبرِ اسلام صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مندرجہ ذیل مضمون جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ نے مسلم سن رائز امریکہ میں انگریزی زبان میں رقم فرمایا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ قارئین کرام کی دلچسپی اور استفادہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

تھا۔ اس کا ملہ دلائل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری شانِ رسالت کے مطابق پیغمبر بیان کرتا ہے۔ نبی کے فرائض منصبی دو ہیں:-

(الف) الہام کے ذریعہ خدا تعالےٰ سے ہدایت حاصل کرنا اور اس کو لوگوں تک پہنچانا۔

(ب) خود اپنی زندگی اور نمونہ سے ان تعلیمات کو جو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے پاکیزہ اور اعلیٰ رنگ میں ظاہر کرنا۔

نبی یا رسول کے مذکورہ بالا فرائض کے پیشِ نظر یہ ضروری ہے کہ وہ ہماری طرح کا بشر ہو۔ اگر وہ خدا، فرشتہ یا کوئی اور فوق البشر مخلوق ہو تو وہ ہمارے لئے نمونہ اور معیار قرار نہیں پاسکتا۔ اس صورت میں یہ لازمی طور پر کہا جائے گا۔ کہ ہم اس کی زندگی کے مطابق اپنی زندگی کو نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ ہم میں وہ طاقتیں اور قویٰ نہیں پائے جاتے جو اس میں ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے بنی نوعِ انسان کی طرح ایک انسان تھے۔ آپؐ نے اپنے لئے کبھی بھی مافوق البشر درجہ یا طاقت کا دعویٰ نہیں کیا۔ آپ ایک پاکباز انسان تھے بچپن سے لے کر تا دمِ واپسیں آپ کی زندگی حسنِ اخلاق سے مزین۔ پر خلوص اور نیک تھی۔ اپنی بعثت سے لمبا عرصہ پیشتر ہی لوگوں نے آپ کو الامین کا لقب دیدیا تھا۔

نبوت کے مقام پر فائز ہونے سے پہلے کبھی بھی آپ سے قولاً یا فعلاً جھوٹ سرزد نہ ہوا تھا لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ آپ چالیس سال کی بڑی عمر میں خدا تعالےٰ پر جھوٹ باندھتے۔ بالیقین آپ جھوٹے دعویدار نہ تھے۔ اور آپ کی سابقہ زندگی کی شہادت سے آپ کے سچے اور پاکباز ہونے کی ضمانت ملتی ہے۔

آپؐ کی شخصیت افسانوی یا نیم افسانوی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ آپؐ کی زندگی کا ہر فعل ضبطِ تحریر میں آچکا ہے۔ اور ہر لفظ جو آپ کے مبارک منہ سے نکلا وہ محفوظ ہو چکا ہے۔ آپؐ کی زندگی کا کوئی حصہ بھی مستور یا اندھیرے میں نہیں آپ کی زندگی گوناگوں اور مختلف النوع تھی۔ آپ راہب نہ تھے جو دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے ہوں۔ اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔

آپ نے شادیاں کیں اور خاوند اور باپ کی حیثیت سے زندگی گذاری اور ان حیثیتوں میں ایک کامل نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ زندگی کے مختلف ادوار میں آپ نے ملازم۔ آقا۔ تاجر۔ محکوم۔ سپاہی۔ جرنیل منصف۔ قاضی اور بادشاہ کی حیثیت سے وقت گذارا۔ اور ان سب حیثیتوں میں آپؐ نے ہمارے لئے ایک معیار اور نصب العین قائم کیا۔

آپ یتیم پیدا ہوئے۔ اور حالتِ یتیمی میں ہی بچپن گذارا۔ آپ کے والد ماجد کی وفات آپ کی پیدائش سے پہلے ہو گئی تھی۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی آپ کی پیدائش کے چند سال بعد راہیٔ ملکِ بقا ہوئیں۔ اپنے چچا کے گھر میں جہاں آپؐ نے چچا زاد بہنوں اور بھائیوں میں وقت گذارا عہدِ طفولیت میں بھی آپ تھوڑی سی چیز پہ قانع رہتے تھے۔ اور بچپن میں بھی سنجیدہ، متین اور پُر وقار تھے۔ عہدِ شباب میں آپ امانت دار۔ کریم النفس اور محتاجوں کے معین و مددگار تھے اور آپ کی زندگی انتہائی طور پر پاکیزہ اور مطہر تھی۔

اپنی بعثت کے ابتدائی تیرہ سال میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مختصر جماعت شدید مخالفت کا نشانہ بنائی گئی۔ آپ نے اس مخالفت کو نہایت صبر اور استقلال سے برداشت کیا۔ اس موقعہ پر خدا تعالےٰ پر آپ کا یقین اور ایمان نہایت ہی بلند مقام پر پہنچا ہوا تھا۔ آخر کار آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں پناہ لینی پڑی۔ وہاں بھی آپ کے لئے امن نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کے دشمن آپ پر فوج کے بعد فوج چڑھا کر لاتے رہے تاکہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تشدد اور تلوار کے زور سے ختم کر دیں۔ لہٰذا آپ مجبور ہو گئے کہ ان تمام لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے جو اپنے طریق کے مطابق خدا کی عبادت کرنا چاہتے ہیں ہتھیار اٹھائیں لیکن یہ دفاعی لڑائی بھی جس کے لئے آپ مجبور کئے گئے آپ کی طبیعت پر بہت زیادہ گراں تھی۔ اور آپ اس جنگ میں بہت رحمدلی لیکن بہادری کے ساتھ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے۔

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی جنگوں میں خود کمان کرتے رہے۔ لیکن آپ نے کبھی بھی کسی پر اپنے ہاتھ سے وار نہیں کیا کیونکہ انسانی زندگی کو لینے یا کسی شخص کو جسمانی نقصان پہنچانے کو خواہ وہ کیسا ہی نیک اغراض کے ماتحت ہو آپ بہت ناپسند کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی زندگی کا نمونہ وطریق تنگی و آسانی اور نسبتی خفالت وفراوانیٔ دولت میں یکساں اور غیر متبدل رہا۔ اس وقت بھی جب آپ اسلام کی ترقی و وسعت کے ساتھ ساتھ عرب کے کثیر حصہ کے مالک ہو گئے۔ آپ کی زندگی سادہ اور تکلف سے مبرا رہی۔ آپ کے توشہ خانہ میں صرف وہی کپڑے موجود رہتے تھے جن کی آپ کو اشد ضرورت تھی۔ اور جو آپ کے زیبِ تن رہتے تھے ان کپڑوں کو بھی اکثر پیوند لگانے پڑتے۔ اور بار بار دھونے پڑتے۔ کیونکہ ان کی جگہ کپڑوں کا کوئی اور جوڑے بدلنے کے لئے میسر نہ تھے۔ ایسا بھی ہوتا کہ لگاتار کئی دن تک آپ کو اور آپ کے اہلِ بیت کو بغیر کھانے کے صرف خشک کھجوروں اور کوٹے ہوئے جَو پر گذر بسر کرنی پڑتی

آنحضرتؐ رفتہ رفتہ خوشحالی، فراوانی اور کشائش کے زمانہ میں بھی چارپائی پر نہ سوتے بلکہ زمین پر عموماً چمڑے کے گدے پر سوتے جس میں کھجور کی خشک شاخیں بھری ہوئی ہوتی تھیں۔

علاوہ پانچ وقت کی فرض نماز کے آپ رات کا بہت سا حصہ نفلی عبادات میں گذارتے تھے آپ نے عمر بھر کبھی کسی نشے چیز یا شراب کا ایک قطرہ بھی استعمال نہیں کیا۔ آپ رمضان کے مہینے کے روزے رکھتے اور ان کے علاوہ بھی بالعموم ہر ہفتہ میں دو دن روزہ رکھتے۔

بچوں پر آپ کی شفقت بیواؤں، یتیموں اور حاجتمندوں کے ساتھ آپ کی ہمدردی ان کی حاجت برآری اور خدمت۔ اور بیماروں اور ناداروں کے ساتھ آپ کی توجہ اور ہمدردی ضرب المثل ہیں۔

باوجودیکہ آپ کو روحانی اور دنیاوی لحاظ سے نہایت اعلےٰ مقام حاصل تھا۔ آپ نے انکساری۔ تعاون، شجاعت اور بہادری کی مثال دنیا کے سامنے پیش فرمائی ہے۔ آپ کی زندگی ہر اعتبار سے اس قدر سادہ تھی۔ کہ غریب سے غریب اور کم سے کم درجہ کا انسان بھی آپ کی اقتداء کر سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف آپ اس قدر عالی بلند مقام پہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں مل سکتا جو آپ کی تعلیمات کا مطالعہ کرے اور آپ کی پیروی کرے کامل اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا نہ کرسکے۔

جو وحی آنحضرت کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوئی اور آپ نے وہ اپنے ماننے والوں کو پہنچائی اس کا اندراج قرآن کریم میں ہوا ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک نقطہ، شعشہ اور زیر و زبر مستند اور صحیح ہے۔ اس کی سالمیت اور ثقاہت میں ذرہ بھر شک و شبہ کی بھی گنجائش نہیں اس اعتبار سے اس کو مذہبی کتب میں بے مثال جگہ حاصل ہے۔ بیشک قرآن شریف کے تراجم دنیا کی کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ لیکن کوئی ترجمہ اصل کا مقام اور صحیح بدل نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص کے لئے جو قرآن کریم کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے یہ لے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کی تعلیم حاصل کرکے اصل قرآن کریم کا مطالعہ کرے۔ یہ ایک انمول نعمت ہے۔ اور کسی مذہبی کتاب کو یہ یقینی مقام حاصل نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی اور سیرت کی روداد کا ذخیرہ مجموعہ ہے۔ جو احادیث کہلاتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے آپ کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ پر آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اگرچہ آپ کے زمانہ کو چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ کی زندگی کے حالات آپ کی شخصیت اور سیرت اس طرح حقیقت بن کر اب بھی ان لوگوں کے سامنے آجاتی ہے جو آپ کے حالات کے مطالعہ کی خواہش رکھتے ہیں۔ گویا حضور کی زندگی ان کی آنکھوں کے سامنے گذر رہی ہے!

یارب صلّ علیٰ نبیک دائماً
فی ھٰذہ الدنیا و بعث ثانٍ

خطبہ بقیہ صفحہ ۵

نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ کہے گا کہ یہ لوگ میرے ساتھ محبت کا دعوے کرتے ہیں۔ لیکن میرے بچوں کے ساتھ کوئی محبت نہیں کرتے۔ پس تم اپنی اصلاح کرو۔ اور جہاں تم خدا تعالےٰ سے محبت کرو۔ وہاں مخلوق سے بھی محبت کرو۔ تا تم خدا تعالےٰ اور اس کے بندوں دونوں کے سامنے سرخرو ہو سکو۔

افکار و آراء

قادیانیوں کی مخالفت قانون اور اخلاق کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں ہے

اخبار معارف نمبر ۴ جلد ۱۷ مورخہ اپریل ۱۹۵۳ء "شذرات" میں لکھا ہے:۔

" دوسری طرف مغربی پاکستان میں قادیانیوں کی مخالفت جو شکل اختیار کر لی گئی ہے وہ بھی اور قانون اور اخلاق کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں ہے۔ قادیانیوں کی شرعی حیثیت سے بحث نہیں مگر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ اس وقت کیا جا سکتا تھا۔ جب پاکستان میں اسلامی دستور نافذ ہو چکا ہوتا۔ مگر ابھی تو وہاں ۱۹۵۳ء کا ایکٹ ہی چل رہا ہے جس کی نگاہ میں سب فرقے برابر ہیں۔ اور اُس کی رو سے اس قسم کا مطالبہ ہی کرنا صحیح نہیں۔ اور اگر اسلامی دستور بھی نافذ ہوتا تو وہ بھی اس فتنہ و فساد کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ جو مذہب کے نام پر برپا کیا گیا۔ کوئی ایسی تحریک جس سے ملک کا امن و امان خطرہ میں پڑ جائے اور لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت اُٹھ جائے مذہب کی خدمت نہیں بلکہ اس کو بدنام کرنا ہے۔ پنجاب میں اسلام کے نام پر جو جرائم کئے گئے ہیں۔ ان کی اجازت اسں کا کون سا قانون دیتا ہے۔ اور اس سے اس کی کیا خدمت ہوئی اور اس کے بعد فوج کے ہاتھوں جو زیادتیاں ہوئیں اس کی ذمہ داری بھی اس تحریک کے رہنماؤں کے سر ہے۔ اگر اسلام کی خدمت اسی طرح ہوتی رہی تو ملک ہی باقی نہ رہ جائے گا۔ اسلامی قانون کہاں نافذ کیا جائے گا۔ حصول اقتدار کے لئے مذہب کو وسیلہ بنانا خود بڑا مذہبی جرم ہے۔ مذہب کے نام پر جو کچھ کیا گیا ہے اس کی اجازت تو لامذہبی بھی نہیں دے سکتی ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ اسلام کے اصل محافظ و پاسبان علماء ہیں مگر ان کو اس زمانہ کے ارباب سیاست سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ وہ ان کا آلہ کار نہ بننے پائیں۔ پنجاب میں جو کچھ ہوا۔ اس میں مذہب سے زیادہ سیاست کو دخل ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ ساری شورش مذہب کے نام پر کی گئی۔ جس کی ذمہ داری سے علماء بھی بری نہیں (رسالہ معارف ۲۴۲ / ۲۴۳)

(مرسلہ مولوی محمد سمعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر دکن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ رواداری

(ٹریکٹ)

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی ایک شخص کو بھی زبردستی اسلام میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ جو شخص بھی مسلمان ہوا وہ اپنی رضا و رغبت سے۔ کیونکہ خدا کے ہاں صرف وہی ایمان مقبول ہے جو دل کی خوشی سے ہو۔

۲۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ غیر مذاہب والوں کی کس قدر دلی خیر خواہ تھے۔

۳۔ فتح مکہ جیسے موقعہ پر بھی کسی کو جبراً مسلمان نہیں کیا گیا۔ بلکہ تمام دشمنوں کو جنہوں نے حد درجہ کے ظلم کئے تھے۔ یہی فرمایا کہ لا تثریب علیکم الیوم۔ اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم آزاد ہو۔

۴۔ فتح مکہ کے بعد جب طائف والے آپ سے جنگ کرنے کو جمع ہوئے۔ تو آپ کے نیک سلوک کی وجہ سے بعض کفار مکہ نے آپ کی امداد کی۔ اور قرضہ کے طور پر سامان جنگ مہیا کیا۔

۵۔ ہجرت کے وقت مدینہ جاتے ہی آپ نے امن کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی اور دیگر اہل مذاہب سے معاہدات امن و آزادی قائم کئے۔ مثلاً جو معاہدہ یہود مدینہ سے کیا اس کی بعض شرائط یہ ہیں کہ یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا۔ اور یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۶۔ جب آپ مکہ کے ظالموں سے تنگ آ کر راتوں رات ہجرت کو روانہ ہوئے تو اس وقت بہت سی امانتیں حضرت علیؓ کو سپرد کر کے نکلے تھے۔ تاکہ وہ ان کو اپنے اپنے مالکوں کے حوالہ کر کے آویں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا کفار کے ساتھ اتنا نیک سلوک تھا کہ وہ باوجود سخت سے سخت دشمن ہونے کے پھر بھی اپنا مال اور اپنی امانتیں آپ کے پاس ہی رکھتے تھے۔

۷۔ کفار نے تین سال تک آپ کا بائیکاٹ کیا اور کھانا اور غلہ تک بند کر دیا اور آپ کے خاندان کو بھوک پیاس کی نہایت درد ناک تکلیف دی۔ مگر پھر جب مکہ میں سخت قحط پڑا اور دشمن تنگ آ کر آپ کے پاس دعا کرانے آئے تو آپ نے ان کے لئے دعا کی اور آپ کی دعا کی برکت سے وہ قحط دور ہوا۔

۸۔ آپ نے اپنی مسجد میں عیسائیوں کو اجازت دی کہ وہ گرجا کر لیں۔ اور بجائے جنگی مقابلہ کے صرف مباحثہ اور مباہلہ یعنی محض امن کے طریقوں سے فیصلہ کرنا چاہا۔

۹۔ اسیران جنگ بدر جو ہر طرح قتل اور سزا کے مستحق تھے۔ آپ نے ان کی بابت حکم دیا کہ آرام سے رکھے جائیں۔ اور ان کے ساتھ یہاں تک سلوک ہوا کہ مسلمان خود تو کھجوروں پر گذارہ کرتے تھے اور ان کو اچھا کھانا کھلاتے تھے۔ ایک خطیب سہیل کی بابت جو آپ کی بہت ہجو کرتا تھا لوگوں نے کہا کہ آپ اس کے دو دانت نکلوا دیں تاکہ پھر مخالفت میں لیکچر نہ دے۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ نہیں اگر میں اس کے اعضا بگاڑ دوں گا۔ تو گو نبی ہوں مگر خدا کے انتقام کے خوف سے ڈرتا ہوں۔ سب اسیران جنگ کو کپڑے دلوائے۔ کئی صحابہؓ کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ مگر آپؐ نے صرف چند آدمیوں سے فدیہ لے کر سب کو رہا کر دیا۔ (اساری بدر کا تاریخی واقعہ دیکھا جائے)

۱۰۔ عرب میں مردوں کا مُثلہ کرنا عام طور پر رائج تھا۔ آپ نے اسے بند کیا۔ اور کفار کے مُردوں کی توہین بھی گوارا نہ فرمائی۔

۱۱۔ جنگ احد کے مصائب اٹھانے اور زخمی ہونے کے بعد میدانِ جنگ میں بھی آپ کی دعا تھی۔ رب اھدِ قومی فانھم لا یعلمون۔

۱۲۔ تبلیغ طائف سے واپسی پر وقت کفار نے لہولہان کر دیا۔ حکم الٰہی سے فرشتے نے عرض کیا کہ حکم ہو تو ابھی عذاب نازل کروں۔ فرمایا نہیں ان لوگوں کی نسل سے ہی توحید کے ماننے والے پیدا ہوں گے۔

۱۳۔ حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کافرہ تھیں اور ہمیشہ آنحضرت کو گالیاں دیتی رہتی تھیں۔ انہوں نے آنحضرت سے شکایت کی تو آپ نے بجائے ناراضی کے انکی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔

۱۴۔ حضرت اسماءؓ کی والدہ بحالت کفر مدینہ آئیں۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ میری ماں مشرکہ ہے میں اس سے کس طرح پیش آؤں۔ فرمایا ان کے ساتھ نیکی کرو (مسلم شریف)۔

۱۵۔ یہود مدینہ نے سخت عداوت اور مخالفت دی مگر کبھی کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مگر آپ نے ان سے ہمیشہ حسن سلوک رکھا۔ بلکہ یہودیوں کا جنازہ گذرتا تو آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔ ایک دفعہ یہود آپ کے پاس آئے اور بجائے السلام علیکم کے "السام علیکم" کہا یعنی تم پر موت آئے۔ حضرت عائشہؓ سے نہ رہا گیا انہوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ فرمایا۔ عائشہ نرمی کرو۔ اللہ تو ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔ (ترمذی)

۱۶۔ مشرکین اور اہل کتاب سب کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ رکھتے تھے۔ اور ان کے سخت نقاضوں اور بدکلامیوں کو برداشت فرماتے۔

۱۷۔ مختلف ممالک کے بادشاہوں کو جب تبلیغی خطوط ارسال فرمائے تو یہی لکھا کہ اسلام لے آؤ تمہارا ملک تمہارے پاس ہی رہے گا یعنی ہمیں ملک گیری مقصود نہیں ہے۔ گویا حضورؐ کے مدنظر اشاعت توحید و ہدایت تھی نہ کہ سیاسی غلبہ۔

۱۸۔ مدینہ میں جہاں آپ بادشاہ تھے کفار عرب بطور مہمان آتے رہتے تھے اور آپ ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ (مسلم)۔

۱۹۔ آپ نے ہی عرب میں ایلچیوں کی جانوں کو محفوظ کیا ورنہ ان کے رواج کے مطابق ایلچی کی جان بھی مخالف بادشاہ یا سردار کے دربار میں محفوظ نہ تھی۔ اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ وحشی قاتل حمزہ بھی ایلچیوں کے ایک وفد میں شامل ہو کر حاضر خدمت ہو گیا۔

۲۰۔ نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ہوا اس میں یہ شرائط بھی تھیں کہ اُن کے گرجے گرائے جائیں گے۔ نہ ان کے پادری نکالے جائیں گے اور نہ ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ کیا جائے گا۔

۲۱۔ تمام غیر مذاہب کے انبیاء کو آنحضرت صلعم نے نہایت عزت سے یاد کیا اور ان کو علیہ السلام کی دعا سے یاد کرنے کا حکم دیا۔ یہودیوں عیسائیوں کے انبیاء تو مشہور ہی ہیں آپ نے یہاں تک فرمایا کہ ہندوستان میں بھی ایک سیاہ رنگ کے رسول خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے اور ان کا نام کاہن تھا (کنھیا) (دیلمی)

غرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مذاہب کے لوگوں کے بارہ میں جو پاک تعلیم ارشاد فرمائی ہے وہ مذہبی، سیاسی اور تمدنی پہلو سے نہایت پُرامن اور ضروری تعلیم ہے۔ ضرورت ہے کہ غیر مسلم حضرات ان تعلیمات کو پڑھیں اور تاریخ میں دیکھیں۔ اسی طرح مسلم حضرات کو بھی چاہیئے کہ وہ ان پاک تعلیمات کو اپنے عمل سے ثابت کریں تا مسلمانوں کا غلط عمل اسلام کو بدنام نہ کرے اور غیر مسلم علماء پر بغیر اسلام کی صحیح تاریخ کا مطالعہ کئے غلط تعلیمات کو اسلام کی طرف منسوب نہ کریں۔ اس طرح ملک میں امن و امان قائم رہے گا۔ اور ایک نیکی کا جذبہ سب میں پھیل جائے گا۔

بدھ مذہب

از جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر

بدھ مذہب کے طریقہ کی تحقیق کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ فی الواقع بدھ کی یہ تعلیم تھی۔

(۱) بدھ نے اپنی زندگی میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اس نے اپنے قائم کردہ مذہب کے عقائد اور احکام کا کوئی ایسا مجموعہ بھی مرتب نہیں کیا یا کرایا جس سے اس کی تعلیمات خود اس کی زبان سے معلوم کی جا سکتی ہوں۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے کسی پیرو نے بھی اس کی زندگی میں یا اس کے بعد کسی قریبی زمانہ میں اس کی تعلیمات کو ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش نہیں کی۔ بعض روایات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے انتقال کے بعد راج گریہ میں ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں اس کے ایک دو مخصوص مریدوں نے اس کی تعلیمات پر زبانی لیکچر دیئے تھے۔ لیکن اول تو خود انہیں روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لیکچروں کو ضبطِ تحریر میں نہیں لایا گیا۔ دوسرے تاریخی حیثیت سے یہ بھی پوری طرح ثابت نہیں ہوتا کہ آیا یہ کونسل فی الواقع منعقد ہوئی بھی تھی یا نہیں۔

"مہاپرینبان سوتر" جو ہمارے پاس بدھ کی زندگی اور اس کے بعد کے حالات معلوم کرنے کا سب سے زیادہ مستند ذریعہ ہے۔ اس کونسل کے بارے میں بالکل خاموش ہے۔ ملاحظہ ہو Buddhism P.P. XI-XIII۔ اب رہیں موجودہ کتابیں جو اس مذہب کے متعلق ہماری معلومات کا تنہا ذریعہ ہیں سو یہ بدھ کے بہت بعد کی تصانیف ہیں۔ اس کے انتقال پر ایک صدی گذر چکی تھی۔ جب "ویسالی" میں اس مذہب کے اعیان و ائمہ کی ایک کونسل منعقد ہوئی اور بڑے مباحثہ کے بعد اس کے عقائد۔ اصول و احکام کو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر اس کے متعلق دیپ وسا کا مصنف ہم کو خبر دیتا ہے کہ اس میں بھکشوؤں نے اصل مذہب کے اصول بدل دیئے اس کے عقائد اور احکام میں بہت کچھ ترمیم و تنسیخ کی اور اصل سوتروں کو بدل کر نئے سوتر بنائے (ملاحظہ ہو میکس مولر کا دیباچہ میکسر ڈیکس آف دی دھمّس)۔ اسی زمانہ میں بدھ مذہب کو ضبطِ تحریر میں لانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور پہلی صدی عیسوی یعنی ۴۰۰ برس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن آخری زمانہ میں اس مذہب کو پھر تحریف سے دوچار ہونا پڑا یہاں تک کہ اس کے بنیادی اصول بھی بدل گئے۔ ابتدائی بدھ مت میں خدا کا کوئی وجود نہ تھا۔ مگر اب ایک غیر فانی ہستی کا وجود مان لیا گیا جو تمام کائنات سے برتر ہے اور جس کا محض ایک مادی ظہور بدھ کی شکل میں ہوا ہے۔ ابتدائی بدھ مت میں جنت اور دوزخ کا کوئی تصور نہ تھا۔ مگر اب نیک اعمال کا صلہ اور برے افعال کا عوض دوزخ کو تسلیم کر لیا گیا۔ ابتدائی بدھ مت میں زاہدانہ زندگی کے قواعد بے انتہا سخت تھے۔ مگر اب ان کو بدل کر ضروریات کے لحاظ سے نرم کر دیئے گئے ہیں۔ بدھ مت میں یہ آخری تحریف "کنشک" کے زمانہ میں ہوئی۔ جو پہلی صدی عیسوی میں گذرا ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ماتحت کشمیر میں جو کونسل منعقد ہوئی تھی۔ اس میں اسی تحریف و تنسیخ کے ساتھ بدھ مذہب کے قوانین مرتب کئے گئے تھے (ملاحظہ ہو Hackman Buddhism as a Religion P.P. 51, 65) ان جدید قوانین کو ایک چھوٹے سے فرقہ نے رد کیا مگر پیروان بدھ کے سوادِ اعظم نے جو اصطلاح میں "مہایانا" فرقہ کہلاتا ہے انہیں تسلیم کر لیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ صحیح معنوں میں جس چیز پر "مذہبی کتاب" کا اطلاق ہونا ہو وہ بدھ مذہب میں موجود نہیں ہے۔ اور ہم کسی سند کی بنا پر وثوق کے ساتھ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ بدھ کی اصل تعلیم کیا تھی۔ زیادہ سے زیادہ اعتماد ان کتابوں پر کیا جا سکتا ہے جو بعہدِ کنشک کے آخری عمل تحریف سے بچ کر ہم تک پہنچی ہیں اور وہ تین ہیں۔

(۱) "ونائی پٹک" جو زاہدانہ زندگی کے قوانین کا مجموعہ ہے اور ۳۰۰ قبل مسیح سے تقریباً ۲۵ ق۔م تک مختلف ایام میں مرتب ہوا ہے۔ مگر اس کے مصنف یا مصنفوں کا پتہ نہیں ملتا۔

(۲) "سُتّ پٹک" جس میں حصول نجات کے طریقے یا بدھ مت کے فلسفۂ اخلاق پر زیادہ تر بدھ کے اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کے مصنف اور زمانہ تصنیف کے متعلق بھی تاریخ میں کسی قسم کی معلومات محفوظ نہیں ہیں۔

(۳) "ابھی دھم پٹک" جو زیادہ تر بدھ مت کے فلسفۂ اخلاق و مابعد الطبیعات پر مشتمل ہے۔ اس کے متعلق ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ تیسری صدی قبل مسیح کے خاتمہ سے پہلے موجود تھی (مزید تفصیل کے لئے سلسلہ کتب مقدسہ شرق کی گیارہویں جلد کے مقدمہ کی طرف رجوع کیا جائے جو پروفیسر اس ڈیوڈس کی تحقیق کا نتیجہ ہے)

بدھ کی تعلیم

بدھ مت انسانی مذہب ہے اس میں ازلی روح شئے کو معصوم قرار دیا گیا ہے۔ اور اسکی عصمت اس رنگ میں تسلیم کی گئی ہے کہ اس پر کسی حال میں تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔

(۱) بدھ کے احکام عشرہ مشہور ہیں جس میں سب سے پہلا تاکیدی حکم یہ ہے کہ "کسی جاندار کو ہلاک نہ کرو"۔ جو شخص عمداً کسی جاندار شئے کو اس کی زندگی سے محروم کرے وہ اس کے قانون میں ناقابل عفو جرم کا ارتکاب کرتا ہے (ملاحظہ ہو Vinaya Texts Vol. I, P. 46)

(۲) بدھ کے نزدیک زندگی فی نفسہ ایک مصیبت ہے۔ جس میں انسان مبتلا ہو گیا ہے اور پیدائش سے لے کر موت تک اس پر جتنے انقلابات گذرتے ہیں وہ سب اسی مصیبت کے مظاہر ہیں۔ اس مصیبت میں انسان کیوں مبتلا ہے اس کا بدھ یہ جواب دیتا ہے کہ خواہش۔ احساس اور شعور اس کو زندگی کی مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔۔۔ اس لئے جب تک خواہش کا یہ پھندا اس کی گردن سے نہ نکلے اس وقت تک اس کو اس سے چھٹکارا ممکن نہیں اس مصیبت کے چکر سے نجات پانے کی صورت کو بدھ نے ایک لفظ "نروان" سے حل کیا ہے۔

نروان کیا ہے؟ بدھ کہتا ہے کہ جب زندگی مصیبت ہے اور خواہش اس مصیبت کی جڑ۔ تو انسان کے لئے اصلی راحت صرف نیستی۔ فنا اور عدم محض میں ہے۔ اور وہ خواہش۔ احساس اور شعور کو بالکل مٹا دینے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ انسان دنیا کے تمام علائق سے منقطع ہو جائے۔ کسی چیز کی محبت۔ کسی شئے کی تمنا۔ کسی لذت کی چاشنی۔ غرض اس دنیا کی کسی چیز کی طرف اپنے دل میں انجذاب نہ رکھے اور اپنے تمام جذبات۔ احساسات اور خواہشات کو اس طرح فنا کر دے کہ اس دنیا سے اس کا کوئی واسطہ و تعلق باقی ہی نہ رہے جو اسے یہاں دوبارہ لانے کا موجب ہو۔ اس طرح وہ "وجود" کی قید سے نکل کر "عدم" یا "فنائے محض" کی حالت میں چلا جائے یہی "نروان" ہے اور یہی بدھ کے نزدیک انسان کا منتہائے نظر ہے یا ہونا چاہیئے۔

لفظ "نروان" کے مفہوم میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ہنس۔ اولڈن برگ اور ڈیوڈس وغیرہ کے نزدیک وہ نفس کی ایک حالت ہے۔ جس میں وہ معصیت اور خواہش سے پاک دنیوی زندگی سے بے نیاز اور کامل امن و سکون سے متمتع ہو۔ لیکن میکس مولر۔ سپنس ہارڈی۔ سان ہیلر اور برنا ڈوٹ جیسے محققین اس مبہم تعریف پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں کہ اس سے مراد "انسان کا معدوم ہو جانا یا ہستی کی قید سے بالکل آزاد ہو جانا ہے"۔

نروان تک پہونچنے کی کیا صورت ہے؟ یہاں پہنچ کر بدھ کا مذہب عملی شکل اختیار کرتا ہے۔ اس صورت کا نام حقائق اصلیہ (آریہ ستیہ) رکھا گیا ہے۔ اور وہ یہ چار مسائل ہیں یعنی مصیبت۔ وجہ مصیبت۔ صورت دفع مصیبت۔ طریق رفع مصیبت۔ یہ بدھ مذہب کی اصطلاح میں حقائق اصلیہ کہلاتے ہیں۔ بدھ نے نروان تک پہنچنے کے لئے طریق ہشت گانہ تجویز کیا ہے۔ ملاحظہ ہو Vinaya Texts Vol. I, P.P. 94-97)

اور وہ مختصر الفاظ میں یہ ہیں:-

(۱) صحیح عقیدہ یعنی مذکورہ بالا چار بنیادی صداقتوں کا اچھی طرح سمجھنا۔

(۲) صحیح ارادہ یعنی ترک لذات کا مصمم فیصلہ اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے اور ذی روح ہستیوں کو ایذا دینے سے کامل پرہیز۔

(۳) صحیح گفتار یعنی بدزبانی۔ بیادہ گوئی غیبت اور جھوٹ سے احتراز۔

(۴) صحیح چلن یعنی بدکاری۔ قتل نفس اور خیانت سے اجتناب

(۵) صحیح معیشت یعنی جائز طریقہ سے روزی کا حاصل کرنا۔

(۶) صحیح کوشش یعنی دھرم کے مطابق عمل کرنا

(۷) صحیح حافظہ یعنی اپنے گذشتہ اعمال کو یاد رکھنا

(۸) صحیح تخیل یعنی راحت اور مسرت سے بے نیاز ہو کر عدم محض (نروان) کی طرف دھیان لگانا۔ (ملاحظہ ہو Warren Buddhism of Translation P 378)

اس طریق ہشت گانہ کو عملی شکل میں لانے کے لئے بدھ نے دس اخلاقی احکام دیئے۔

۱۔ کسی کی جان نہ لو۔ ۲۔ چوری نہ کرو۔ ۳۔ زنا نہ کرو۔ ۴۔ جھوٹ نہ بولو۔ ۵۔ نشہ آور چیزیں نہ پیئو۔ ۶۔ مقررہ وقت کے سوا کھانا نہ کھاؤ۔ ۷۔ کھیل تماشے اور گانے بجانے سے احتراز کرو۔ ۸۔ پھول عطر وغیرہ سے پرہیز کرو۔ ۹۔ اچھے اور نرم بستر سے پرہیز کرو۔ ۱۰۔ سونا چاندی اپنے پاس نہ رکھو۔

(ملاحظہ ہو Vinaya Texts Vol. I, P. 211)

یہی طریق ہشت گانہ اور احکام عشرہ بدھ مذہب کے پورے اخلاقی نظام کی بنیاد ہے۔ بدھ نے اپنے پیروؤں کو معیشت و معاشرت رہائش وغیرہ کے متعلق ...

صداقت بانی سلسلہ احمدیہ اور ہندو دھرم

از جناب مہاشہ محمد عمر صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ

(۶)

ईश्वरः सर्वभूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति ।
भ्रामयन्सर्वभूतानि यन्त्रारूढानि मायया ॥
तमेव शरणं गच्छ सर्वभावेन भारत ।
तत्प्रसादात्परां शान्तिं स्थानं
प्राप्स्यसि शाश्वतम् ॥

(گیتا ۱۸/ ۶۱-۶۲)

ارتھ "ہے ارجن پرماتما تمام انسانوں کے ہردیہ میں دیا جک ہیں۔ اور اپنی شکتی سے اس تمام سنسار کو چلا رہا ہے۔ اگر تو دائمی امن اور شانتی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو تو اُسی کی شرن میں چلا جا۔ جس کو پراپت ہونے کے بعد منش ایک دائمی سکھ کو پراپت ہو جاتا ہے جس کے بعد کوئی دکھ نہیں "۔

یہی وہ توحید اور پرماتما کی ایکتا تھی جس کی طرف بھگوان قادیانی نے لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے یہ ہے کہ خدا اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اس کو دور کرکے اخلاص اور محبت کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد ڈالوں"۔ (لیکچر سیالکوٹ)

بھگوان نے اس رشتہ کو مضبوط کرنے تھا دنیا میں امن اور شانتی کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے ایک اعلیٰ اور اکمل پروگرام تجویز کیا اور چند اصول قائم کئے۔ اگر مانو سماج ان اصولوں کو اپنا لیتی تو تمام مذہبی جھگڑے اور فتنہ و فساد ختم ہو کر دنیا میں امن اور شانتی کا دور دورہ ہو گا۔ وہ اصول جو امن اور آشتی کے مشن کو کامیاب کرنے کے لئے آپ نے لوگوں کو سکھائے ان میں سے جن کا ذکر کرنا ضروری ہے

پہلا اصول یہ ہے کہ جملہ مذاہب کے بانیوں کو خواہ وہ کسی ملک کے ہوں اور خواہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں ان کو صادق اور راستباز تسلیم کریں اور دنیا میں ان کی عزت واحترام قائم کریں۔

دوسرا اصول جو آپ نے دنیا میں صلح اور امن کی فضا پیدا کرنے کے لئے آپ نے پیش کیا وہ جہاد کے متعلق ان غلط خیالات کی اصلاح ہے جو عام طور پر ہندوؤں میں دلوں میں تھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھا دیا ہے۔ کہ جن طریقوں کو آجکل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم کے بالکل مخالف ہیں"۔ (تحفہ قیصریہ صفحہ ۵)

ہندو بھائیوں کے دلوں میں عام طور پر یہ خیال ہے۔ کہ جہاد کے صرف یہ معنی ہیں کہ جبراً غیر مذاہب کے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جائے اور جو انکار کریں ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"میرے دھرم کے پرچارکوں کو ترک (دلائل) کے جھگڑے میں نہ پڑ کر تلوار پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔ جو آدمی میرا دھرم سویکار نہ کرے یا اس پر سندیہ (شک) کرے اس کا سر کاٹ لینا چاہیئے۔ میرے دھرم میں تلوار ہی سب کچھ ہے"۔

دھرم کے نام پر ہندی صفحہ ۵ مصنفہ اچاریہ شری چتر سین شاستری پرکاشک۔ گوبند داس ہاسانند نئی سڑک دہلی۔

قرآن دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ دارالاسلام کا ملک اور دارالحرب یعنی دشمن کا ملک جو لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ سب اسلام کے مخالف ہیں۔ لہٰذا سچے مسلمان کا فرض ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کریں۔ یہاں تک کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا قتل ہو جائیں۔ جس کو جہاد یا جنگ مقدس کہتے ہیں۔ جس کا خاتمہ صرف اسی صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ یا تو دنیا کے کفار سب اسلام قبول کر لیں یا اُن کا ہر ایک آدمی مارا جائے۔ پس خلیفۂ اسلام کا مقدس فرض یہ ہے کہ جب موقعہ پیش آئے غیر مسلم دنیا پر جہاد کیا جائے"۔

انیسویں صدی لندن بابت دسمبر ۱۸۷۷ء
میکلم میکال۔

ہندوؤں اور عیسائیوں میں یہ غلط خیال بعض جاہل اور مذہب اسلام کے ناواقف مسلمانوں کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اسلام کفار سے بہر حال جنگ جائز سمجھتا ہے اور اس کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیر مسلموں کے اس غلط خیال کی تردید کرتے ہوئے جہاد کا صحیح مفہوم اور اس کا فلسفہ سنسار کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ:۔

"سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لڑائیاں کی گئی ہیں وہ لڑائیاں دین کو شائع کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ یا تو بطور سزا اُنہیں یعنی ان لوگوں کو سزا دینا منظور تھا۔ جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن کو نکال دیا۔ اور نہایت سخت ظلم کیا۔۔۔ اور یا وہ لڑائیاں ہیں۔ جو بطور مدافعت کی تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرنے کیلئے یا اپنے ملک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ غلط خیالات کی تردید کی بلکہ اسلام کی تعلیم کے مطابق آپ نے جہاد کی صحیح صورت بھی بیان فرمائی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دنیا میں اسلام کی خوبیاں پھیلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں یہی جہاد ہے"۔ (مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب)

"میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلوار چلاتی ہے۔ قرآن شریف کی رو سے مذہبی جنگ کرنا حرام ہے"۔
(کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۶۸)

لَا شَكَّ اَنَّ وُجُوْهَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِيْ هٰذَا الزَّمَنِ وَفِيْ هٰذِهِ الْبِلَادِ۔ اس میں شک نہیں کہ جہاد کے وجوہ اس زمانہ اور اس ملک میں نہیں پائے جاتے"۔
(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۰)

یہ وہ جہاد کی اصل حقیقت تھی۔ جس کو آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس سے سمجھدار طبقہ باوجود اپنی مخالفت کے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد وزیر تعلیم بھارت گورنمنٹ بھارت اپنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی صداقت کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"جہاد کی حقیقت کی نسبت سخت غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں۔ مخالفین اسلام بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان مقدس حکم کی وسعت کو محدود کر دینا ہے۔ جہاد کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں۔ قرآن و سنت کی اصطلاح میں اس کمال سعی کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے جہاد کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے یہ سعی زبان سے بھی ہے مال سے بھی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں لڑنے اور اپنا خون بہانے میں بھی ہے۔ جس سعی کی ضرورت ہو۔ اور جو سعی جس کے امکان میں ہو اس پر فرض ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سنت اور شرع دونوں اعتبار سے داخل ہے یہ بات نہیں کہ جہاد سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو۔ سورۃ فرقان میں ہے کہ:۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔ یعنی کافروں کے مقابلہ میں کمال درجہ جہاد کرو۔ سورہ فرقان بالاتفاق مکی ہے اور معلوم ہے کہ جہاد بالسیف یعنی لڑائی کا حکم ہجرت مدینہ کے بعد ہوا۔ پس مکی زندگی میں کون سا جہاد تھا۔ اس پر جہاد کبیر کا اطلاق ہو۔ اسی طرح منافقوں کے ساتھ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ و محکومانہ زندگی بسر کر رہے تھے جنگ و جدل کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ اُن سے جنگ کی گئی۔ سو یہ جہاد بھی تبلیغ حق اور اتمام حجت و مقاومت نفس کا جہاد تھا۔ جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ لڑائی کے الگ کر دینے کے بعد حقیقت جہاد باقی رہتی ہے"۔ (مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب صفحہ ۲۰۷)

مولوی ظفر علی خاں کی رائے:۔

۱۔ جہاد یہی نہیں کہ انسان تلوار اٹھا کر میدان جنگ میں نکل کھڑا ہو بلکہ یہ بھی ہے کہ تقریر و تحریر سے حق ہر طرح سے جدوجہد کرے"۔ (زمیندار ۲۲ جون ۱۹۳۶ء)

۲۔ اسلام نے جب کبھی جہاد کی اجازت دی ہے مخصوص حالات میں دی ہے۔ جہاد محض ہوس ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے۔ اس کے لئے امارت شرط ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلامی حکومت کا ہونا شرط

ہے۔ دشمنوں کی پیش قدمی اور ابتداء شرط ہے۔ اتنی شرطوں کے بعد جو مسلمان خدا کی راہ میں نکلتا ہے اس کو کوئی شخص معذور نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر مسلمانوں نے اپنی حکومت و سلطنت کے زمانہ میں کسی ملک گیری کے لئے توسیع مملکت کے لئے اقوام و امم کو غلام بنانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے تو اس کو جہاد سے کوئی تعلق نہیں۔"

(زمیندار ۱۹ جون ۱۹۳۶ء)

پھر لکھتے ہیں کہ:-

"حضرت نوح علیہ السلام کا جوش تبلیغ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توحید پرستی۔ حضرت عیسیٰ کا جمال۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا کام فکمار کی تصانیف علماء کے مجاہدے اور زاہدوں کی شب بیداریاں سب کی سب جہاد کی ہی صورتیں ہیں۔"

(زمیندار ۲۵ جون ۱۹۳۶ء)

پھر لکھا کہ:-

"مختصراً یہ کہ اس آیت میں جاہد سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو وعظ و نصیحت کرو اور انہیں دعوۃ و تبلیغ کرتے رہو۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی کتاب میں یونہی روشنی ڈالی ہے۔"

ان حوالہ جات سے نہایت واضح الفاظ میں ثابت ہے کہ جہاد کی جو تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی روشنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ماتحت کی تھی وہی درست تھی۔ اگرچہ اس وقت بعض علماء اور مذہب سے بیگانہ لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ جو تفسیر آپ نے جہاد کی فرمائی تھی وہی درست تھی۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ غیر مسلم جو کہ جہاد کا نام سن کر گھبرا جاتے تھے۔ اور اسلام کو ایک جبر اور اکراہ کرنے والا دھرم سمجھتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے اس نظریہ کو تبدیل کر لیا۔ چنانچہ بھارت کے پرسدھ شاستری مسٹر ار۔ داس اپنے ایک بھاشن میں فرماتے ہیں کہ:-

"آج کا دن بہت پوتر ہے۔ کیونکہ مجھے سمے ملا ہے تاکہ میں اپنے وچار شری محمد جی مہاراج کے جیون پر پرگٹ کروں۔ پیشتر اس کے کہ میں بھگوان کی سیوا میں اپنی شردھانجلی پیش کروں یہ کہہ دینا اُچت سمجھتا ہوں کہ شری مرزا صاحب کی کتاب پیغام صلح کے سوادھیائے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندو اور مسلمانوں کا ورتمان جھگڑا محض ایک دوسرے کے دھرم کا سوادھیائے نہ کرنے کی وجہ سے ہے جو ہندو مسلمانوں پر اور ان کے دھرم گرنتھ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اسلام دھرم تلوار کے زور سے پھیلا اس میں پرتیک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بلا ذکار غیر مسلموں کو اپنے دھرم میں پرویش کریں۔ یہ ستیہ نہیں مرزا صاحب نے صاف شبدوں میں فرمایا ہے کہ دھرم کے سویکار میں زبردستی نہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے اپنے دھرم کے سدھانت امن اور شانتی کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ یدی کسی کو وہ اچھے لگیں تو وہ ان کو سویکار کرے گا۔ پرنتو کسی بھی منش کو یہ ادھیکار نہیں کہ وہ اپنے دھرم کا پرچار جبر سے کرے۔"

میرے وچار میں یہی سکھشا سنسار میں امن اور شانتی ستھاپن کر سکتی ہے اور جب تک بھارت کے ہندو اور مسلمان اس سکھشا کو نہیں اپنائیں گے۔ تب تک ہم کبھی بھی امن کے درشن کو پراپت نہیں ہو سکتے۔

(ستیہ پرکاش کلکتہ۔ ۲۱ر جون ۱۹۲۷ء)

انیسویں صدی کے آخر میں قادیان میں ایک انسان نے مسلمانوں میں سدھار کا کام شروع کیا۔ جس نے اپنے ارد گرد ہزاروں مسلمانوں کو جمع کر لیا۔ جو کہ آپ کو پرماتما کا اوتار سمجھتے ہیں۔ آپ نے اسلام کی اعلیٰ اور پوتر تفسیر لوگوں کے سامنے پیش کی اور وہ باتیں جن کی وجہ سے غیر مسلم اسلام پر معترض ہوتے تھے۔ ان کے جواب اس رنگ میں دیئے کہ آکھیشپ کرنے والوں کو پھر اعتراض کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دھرم کے پرچار کے لئے کسی اتیاچار کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہی لکھا ہے کہ مہدی آکر کافروں کو تلوار سے قتل کرے گا یا ان کو اسلام کی دیکھشا دے گا۔ یہ ستیہ نہیں پرنتو ان کا وچار ہے وہ دلائل اور براہین سے اپنے وچار لوگوں سے منوائیگا۔

(ستیہ یگ پریاگ دسمبر ۱۹۲۱ء)

بھائیو! آپ نشپکش ہو کر میرے وچاروں پر غور کریں آپ یہ ستیہ مانیں کہ وہ جو پرش جس نے کل یگ کو ستیہ یگ میں تبدیل کرنا تھا۔ وہ آپ کے بلا اور کوئی نہیں اور نہ آپ کے بنا اب مانو سماج کے سدھار کے لئے کوئی آئے گا۔ بھگوان کرشن جی مہاراج نے جن کے پرادربھاو کی بھوشیوانی کی تھی وہ آپ کے آگمن پر پوری ہوئی اب سنسار کا امن اور آپ کی نجات آپ کے وجود کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ جس طرح بھگوان کرشن نے ارجن کو کہا تھا کہ

सर्वधर्मान्परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज ।
अहं त्वा सर्वपापेभ्यो मोक्षयिष्यामि
मा शुचः ॥

ارتھات۔ ہے ارجن! سب تمام نیمات اور عقائد کو چھوڑ کر میرے چرنوں میں آ جاؤ میں تمہیں وہ مارگ دکھاؤں گا جس پر چل کر تم تمام پاپوں سے چھوٹ جاؤ گے اور پرماتما کے درشن کرو گے۔ آج میرے آنے سے وہ تمام راستے بند ہو گئے۔ آج اگر کوئی پرماتما کے ملنے کا راستہ ہے تو وہی ہے کہ جس پر میں چل رہا ہوں۔ پس تم نے اگر پرماتما کے درشن کرنے ہیں تو میرے چرنوں میں آ جاؤ کہ میں تمہیں وہ ستیہ مارگ بتا دوں کہ جس سے پرماتما مل سکتا ہے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ کے اوتار نے بھی سنسار کے سامنے یہی گھوشنا کی کہ اگر سنسار موجودہ دکھوں اور پاپوں سے نجات پانا چاہتا ہے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ میرے پاس آئیں کیونکہ آج دنیا کا امن صرف اور صرف میرے ماننے کے ساتھ وابستہ ہے

بھگوان فرماتے ہیں کہ ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

تیسرا اصول۔ تیسرا اصول جو آپ نے دنیا میں امن اور آشتی پیدا کرنے کے لئے فرمایا یہ ہے کہ لوگ جس حکومت کے زیر سایہ رہیں اس کے وفادار اور فرمانبردار ہو کر رہیں۔ کیونکہ دیش میں امن اور شانتی قائم کرنے کی تمام ذمہ داری حکومت وقت پر ہوتی ہے۔ اگر رعایا حکومت کے ساتھ تعاون و اشتراک نہیں کرے گی اور اس کے خلاف باغیانہ جذبات کو ہوا دے گی تو ملک میں کبھی امن نہیں ہو سکیگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ

"سو خدا تعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی ..... سچی اطاعت کی جائے اور سچی شکر گذاری کی جائے سو میں اور میری جماعت اس اصول کے پابند ہیں"

(تحفہ قیصریہ صفحہ ۱)

چوتھا اصول۔ اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کی جائیں اور دوسروں پر آکھشیپ نہ کئے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ ہیں وہ موٹے موٹے اصول جو کہ بھگوان نے دنیا میں اور خاص کر اپنے دیش میں امن اور شانتی کی فضا پیدا کرنے کیلئے پیش فرمائے۔ اگر مانو سماج ان پوتر شبدوں کا انوسرن کرتی تو آج سنسار کی یہ حالت نہ ہوتی۔ اور جو دو دیش کی اگنی پرچنڈ ہو رہی ہے اس کے ستھان انسان امن اور شانتی کے واتاورن میں جیون وقت کرتا۔ چنانچہ اپنی وچاروں کو ایک ہندو مہاشہ نے اپنے ان شبدوں میں لکھا ہے۔

"احمدی جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی کرنے والی جماعت ہے احمدیوں کی بنیادی تعلیم میں سے ایک تمام مذاہب کے ساتھ رواداری کا سلوک کرنا بھی ہے احمدی تمام مذاہب کے پیشواؤں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کی اچھی باتوں کو اپنے اندر شامل کرتے ہیں۔ چالیس سال پیشتر جبکہ مہاتما گاندھی سیاست ہند کے اُفق پر ظاہر نہ ہوئے تھے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جنہوں نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہوا ہے نے اپنی کتاب پیغام صلح لکھی اور اس میں ایسی تجویزیں لوگوں کے سامنے رکھیں کہ جن پر عمل کر کے آپس میں اتحاد و اتفاق اور صلح پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو کہا کہ گاؤ ذبیحہ چھوڑ دیں اور ہندو دھرم سے یہ سبق لیں کہ وہ مسلمانوں کے بزرگوں کو برے الفاظ میں یاد نہ کریں۔ آپ نے اس طرح لوگوں میں رواداری کا جذبہ اور بھائیوں والی محبت پیدا کرنی چاہی۔ آپ کی شخصیت کی قدر کرنی چاہیئے کہ آپ نے اپنی تیز نگاہ سے آئندہ آنیوالے فسادات اور بدامنی کے دھندلے نقشوں کو دیکھ لیا اور اس کے تدارک کے لئے تجویزیں پیش کیں۔ لیکن یہ لوگوں کا قصور ہے کہ انہوں نے ان تجاویز پر عمل نہ کر کے اپنا نقصان کیا۔"

(مسٹر برکت اخبار فرنٹیئر میل ڈیرہ دون ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۷ء)

۲- شری پنڈت مدن لال پارلمنٹر کی رائے۔

"حضرت مرزا صاحب جن کو جماعت احمدیہ مسیح موعود مانتی ہے دنیا بھر میں امن اور آشتی پھیلانے کے لئے پرماتما کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں میرا یقین ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی عین ضرورت کے وقت پرماتما کی طرف سے مذہبی مجادلات میں دلآزاری کا خاتمہ کرنے اور دنیا بھر میں امن اور آشتی پھیلانے کے لئے مبعوث کئے گئے تھے۔"

(مسیح موعود صفحہ ۱)

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایشوری آگیا انوسار مانو سماج کو جو دویہ سندیش دیا۔ یدی سنسار اسکو اپنا لیتا تو آج مانو سماج اس ادھوگتی کو پراپت نہیں ہوتی اور اب بھی یدی مانو سماج اُنتی کرنی چاہتا ہے تو اس کو ان نیموں کا ادیشہ پالن کرنا پڑیگی۔ جن کو بھگوان نے سنسار میں امن اور شانتی ستھاپن کرنے کیلئے بیان فرمائے۔

مرزا غلام احمد کی جے

اگرچہ فی زمانہ دنیا کے نزدیک یہ ایک تعلّی ہے۔ صرف دعویٰ ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ یہ خدا کی تقدیر ہے۔ پرماتما کا فیصلہ ہے۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ رات اور دن بدل سکتے ہیں۔ مگر خدا کی باتیں پوری ہو کر رہیں گی۔

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اسلام کی چوبیس جنگیں مقتول اور شہداء کی تعداد

مرسلہ جناب مولوی محمد اسمعیل صاحب فاضل وکیل یادگیری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے رحمۃ للعالمین بنا کر دنیا کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا بے شک بحالت مجبوری آپ کو دفاعی جنگیں بھی لڑنی پڑیں۔ لیکن آپ نے ایسے رنگ میں اس مکروہ فریضہ کو ادا کیا کہ کم سے کم جانوں اور اموال کا اتلاف ہوا۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے دست مبارک سے کسی محارب دشمن پر کبھی وار نہیں کیا۔ اسلامی جنگوں میں مقتولین کی انتہائی قلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقت رأفت اور رحمت کی علامت ہے۔ (ایڈیٹر)

نام جنگ	شہداء	مقتول
البواء	x	x
البواط	x	x
العشیرہ	x	x
بدر الاولیٰ	x	x
بدر الکبریٰ	۱۴	۷۰
بنو سلیم	x	x
بنو قینقاع	x	x
السویق	x	x
غطفان	x	x
اُحد	۷۰	۲۳
حمراء الاسد	x	x
بنو نضیر	x	x
ذات الرقاع	x	x
بدر الثانیہ	x	x
دومۃ الجندل	x	x
مریسیع	۱	۱۰
خندق	۶	۳
بنو قریظہ	x	۷۰۰
بنو لحیان	۱	x
ذو قرد	۲	x
خیبر	۱۵	۹۳
فتح مکہ	۲	۲۴
حنین و طائف	۲	۲۴
تبوک	x	x

کل مسلمان شہداء ۱۲۵
کل کفار مقتول ۹۳۲
جملہ (۱۰۴۸)

اسلامی جنگیں اور اُن میں شامل ہونیوالے ہر جانب کی تعداد مع تاریخ

اسماء	تاریخ	کفار کی تعداد	مسلمانوں کی تعداد
جنگ بدر	سنہ ۲ھ	۱۰۰۰ ایک ہزار	۳۱۳ تین سو تیرہ
جنگ اُحد	سنہ ۳ھ	۳۰۰۰ تین ہزار	۷۰۰ سات سو
غزوہ خندق	سنہ ۵ھ	۱۰۰۰۰ دس ہزار	۳۰۰۰ تین ہزار
فتح خیبر	سنہ ۷ھ	۲۰۰۰۰ بیس ہزار	۱۴۰۰ چودہ سو
قادسیہ	سنہ ۱۴ھ	ایک لاکھ ایرانی	۳۶۰۰۰ چھتیس ہزار
فتح نخل	سنہ ۱۴ھ	پچاس ہزار رومی عیسائی	۲۱۰۰۰ اکیس ہزار
یرموک	سنہ ۱۵ھ	۲ لاکھ چالیس ہزار عیسائی	۴۰۰۰۰ چالیس ہزار
فتح ستبادیا	سنہ ۱۹ھ	اسی ہزار عیسائی	۴۰۰۰۰ چالیس ہزار

منظوری تقرر عہدہ داران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان وکشمیر

از ۳۰ر اپریل ۱۹۵۳ء تا ۳۰ر اپریل ۱۹۵۶ء

نمبر شمار	جماعت	عہدہ	نام و پتہ جات عہدہ داران
۱	حیدر آباد	قاضی	مکرم نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر ایڈووکیٹ قرب باغ امجد حیدر آباد دکن
	〃	امین	مکرم مولوی عبدالرشید صاحب معرفت امیر جماعت احمدیہ جوبلی ہال افضل گنج حیدر آباد دکن
	〃	محاسب	مکرم سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب 〃 〃 〃
	〃	سکرٹری امور عامہ	مکرم مولوی سید اسد اللہ خان صاحب 〃 〃 〃
	〃	〃 امور خارجہ	〃 سید حسین صاحب ذوقی 〃 〃 〃
	〃	〃 ضیافت	〃 سیٹھ احمد حسن صاحب 〃 〃 〃
	〃	〃 وصایا	〃 ڈاکٹر محمد یونس صاحب 〃 〃 〃
	〃	〃 تبلیغ	〃 مولوی عبدالقادر صاحب صدیقی 〃 〃 〃
	〃	〃 جائیداد	〃 مولوی عبدالحی صاحب 〃 〃 〃
	〃	〃 تعلیم	〃 بشیر محمد خاں صاحب B.A 〃 〃 〃
	〃	امام الصلوٰۃ	〃 مولوی محمد عقیل صاحب 〃 〃 〃
	〃	آڈیٹر	〃 غلام حسین خاں صاحب 〃 〃 〃
۲	بمبئی	پریذیڈنٹ	〃 ڈی عبدالکریم صاحب بیٹری شاپ نمبر ۱۳ نمبر ۱۹ نوروجی پل روڈ ڈونگری بمبئی نمبر ۹
	〃	سیکرٹری مال	〃 〃 〃 〃
	〃	〃 تبلیغ	〃 عبدالغفور صاحب بہریجہ "الحق" نمبر ۱۴ کلب بیک روڈ بمبئی نمبر ۸
	〃	〃 تعلیم	〃 بابا عبدالقادر صاحب معرفت ڈی عبدالکریم صاحب بیٹری شاپ نمبر ۱۳ نمبر ۱۹ نوروجی پل روڈ ڈونگری بمبئی نمبر ۹
	〃	〃 امور عامہ وخارجہ	〃 چوہدری بشیر احمد صاحب "الحق" نمبر ۱۴ کلب بیک روڈ بمبئی نمبر ۸
۳	چنتہ کنٹہ	پریذیڈنٹ	〃 معین الدین صاحب ۔ چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر ۔ حیدر آباد دکن
	〃	سکرٹری مال	〃 حسن محمد صاحب 〃 〃 〃
		〃 تبلیغ	〃 شیخ بابے صاحب 〃 〃 〃
		〃 امور عامہ	〃 عبدالغنی صاحب 〃 〃 〃
		〃 تعلیم	〃 سراج احمد صاحب 〃 〃 〃
۴	مونگھیر	پریذیڈنٹ	〃 مولوی محمد ظریف صاحب وکیل احمدیہ کالونی مونگھیر بہار
	〃	سکرٹری تبلیغ	〃 〃 〃 〃
		〃 مال	〃 سید عبدالرزاق صاحب معرفت مولوی محمد ظریف صاحب وکیل احمدیہ کالونی مونگھیر
۵	آڑھا	〃 〃	〃 ملک بشیر احمد صاحب بی۔اے V.P.O. Prah via Nawada Distt Gaya
۶	علی پور کھیڑہ	سکرٹری مال	مکرم قاضی محمد ظہیر الدین صاحب علی پور کھیڑہ ضلع مین پوری۔ یو۔پی
۷	دہلی	امیر مقامی	〃 مولوی بشیر احمد صاحب Ballimaran Anjuman Ahmadyya Delhi
		سکرٹری مال	〃 〃 〃 〃
		〃 تعلیم وتبلیغ	مکرم محمود حسن صاحب کیونڈر 〃 〃
۸	مالیرکوٹلہ	پریذیڈنٹ	〃 میجر بشیر احمد صاحب مالیرکوٹلہ PEPSU
	〃	سکرٹری مال وتبلیغ	〃 〃 〃
		امور عامہ تعلیم و	مکرم منشی نظام الدین 〃 〃
		تحریک جدید	
۹	پٹنہ	پریذیڈنٹ سیکرٹری امور عامہ خارجہ	مکرم ڈاکٹر محمد نور صاحب محلہ درگاہ ڈاکخانہ جہندرو ۔ پٹنہ
۱۰	پٹنہ کرڈاپلی	سکرٹری تعلیم تبلیغ	مکرم محمد یونس صاحب میڈیکل کالج پٹنہ
		پریذیڈنٹ	〃 شیخ قمر علی صاحب
	〃	سکرٹری مال	〃 محمد صدیق صاحب
	〃	〃 امور عامہ	〃 شیخ محمود صاحب
	〃	〃 تعلیم	〃 مصاحب خاں صاحب
	〃	〃 تبلیغ	〃 شمس الدین صاحب
	〃	〃 ضیافت	〃 صاحب خاں صاحب
	〃	عمل	〃 داؤد محمد صاحب

(ناظر اعلیٰ قادیان)

بدھ مذہب بقیہ صفحہ

کے متعلق جتنی ہدایات دی ہیں ان سب کا بنیادی پتھر "نفس کشی" اور "ترک دنیا" ہے۔ چونکہ اس کی منزل مقصود "نروان" ہے۔ اور بغیر نفس کشی کے حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے وہ خودی کو مٹانے کے لئے نہایت سخت ریاضتیں تجویز کرتا ہے۔ مثلاً داڑھی۔ مونچھ اور سر کے بالوں کو نوچنا تاکہ غرور حسن خاک میں مل جائے۔ ہمیشہ کھڑے رہنا یا کیلوں کے بستر پر لیٹنا۔ ہمیشہ ایک ہی پہلو پر سونا بدن پر خاک ملے رہنا اور اس قسم کے دوسرے اعمال جو جسم کو انتہائی تکلیف میں مبتلا کر کے روح کو مضمحل اور احساس کو باطل کرنے والے ہوں۔

اس قسم کی اور ریاضتیں ہیں جن کی تفصیل مکالمات بدھ Dialogues of Buddha pp 226. 32

لیکن اُن میں سے بعض یہاں درج کی جاتی ہیں۔

چار چیزوں سے سخت پرہیز کی تاکید ہے۔

(۱) عورت اور مرد کا فطری تعلق

(۲) چوری حتیٰ کہ گھاس کے ایک تنکے کی بھی

(۳) کسی جاندار کو چھوٹے سے چھوٹے کیڑے کو بھی عمداً ہلاک کرنا۔

(۴) اپنی طرف کسی فوق العادت کیفیت کو منسوب کرنا

مذہبی زندگی اختیار کرنے کے بعد ان کے کپڑے نہ پہنے بلکہ کوڑے پر پڑے ہوئے چیتھڑے یا قبرستان سے مُردوں کے کفنوں کی گدڑیاں سی لینی چاہئیں مگر اس قسم کی گدڑیاں بھی ایک وقت میں تین سے زیادہ نہ ہوں Saint Hilaire Buddhist and his Religion P. 50)

بسلسلہ قوت کیلئے کوئی پیشہ نہ کرے ایک لکڑی کا پیالہ لیکر خاموشی کے ساتھ دربدر بھیک مانگتے پھرنا چاہئے بھیک کی روزی ہی بدھ مذہب میں سب سے زیادہ پاک روزی ہے (ملاحظہ ہو Saint Hilaire Buddhist and His Religion P. 101) رہنے کیلئے کوئی مکان نہ بنائے۔ جنگل میں رہنا چاہئے۔ اور درختوں کے سائے میں پناہ لینی چاہیئے۔ بیمار ہو تو کوئی دوا استعمال نہ کرے۔ پیشاب کی تحلیل شدہ ہی کے لئے کافی وسیلہ علاج ہے (Vinaya Texts Part I. PP. 173-70) اپنے جسم کو صاف رکھنے کی کوشش بھی نہ کرے۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ دن میں ایک مرتبہ نہانا جائز ہے۔ ملاحظہ کتاب (Vinaya Texts Part I P. 76) اپنے پاس روپیہ پیسہ کبھی نہ رکھے۔ تجارت نہ کرے۔ خرید و فروخت اور تمام ایسے کاموں سے پرہیز کرنا چاہئے جن میں چاندی سونا استعمال کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو Vinaya Texts Part I P. 20 (باقی)

منتخب خبریں

نیتول - ۳ر جولائی۔ باخبر حلقوں کا خیال ہے کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر جنوبی کوریا میں گڑبڑ ہو جائے گی۔ ریڈیو ٹوکیو سے رات محاذ جنگ کے مورچوں کو خبردار کیا گیا کہ امریکہ کو ۲۴ گھنٹے کے اندر جنوبی کوریا اور امریکہ کی فوجوں میں جھڑپیں شروع ہونے کا اندیشہ ہے

نیتول کے امریکی نامہ نگاروں کے ایک خفیہ اجتماع میں کل انہیں خاص ہدایات دی گئیں۔ اس اجتماع سے دوسرے ممالک کے نامہ نگاروں کو الگ رکھا گیا تھا ان سے مسٹر رودبرٹسن کے نائب مسٹر کرنک کرینڈی نے دیر تک بات چیت کی۔

ٹوکیو میں جنرل کلارک اتحادی کمانڈر نے امریکی بری بحری اور فضائی فوج کے اعلیٰ افسروں کی ایک کانفرنس طلب کی جس میں متوقع گڑبڑ پر غور کیا گیا برین آنسا جنوبی کوریا اب تک کمیونسٹوں سے پیشرا موجودہ صلح کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کوریں حلقوں نے بتلایا کہ ڈاکٹر ری چاہتے ہیں کہ مسٹر ڈلس خود آ کر ان سے بات چیت کریں

ریوا - ۲ر جولائی۔ صدر جمہوریہ ہند نے مدھیا پردیش میں جاگیرداری کی تنسیخ کے قانون کی منظوری دیدی ہے اس کا اعلان سرکاری گزٹ کے ذریعہ بھی کر دیا گیا تھا۔ کل حکومت وندھیا پردیش نے اس قانون کے تحت ۹۴ بڑی جاگیروں کا انتظام سنبھال لیا ہے۔

محکمہ مال کے افسروں نے وندھیا پردیش کے آٹھ اضلاع میں ۹۴ بڑی جاگیروں اور ان کی ذیلی جاگیروں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ ان میں ہر ایک جاگیر کی سالانہ آمدنی ۵ ہزار روپے کے قریب ہے۔ جاگیرداروں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنی جاگیروں کی سالانہ آمدنی وغیرہ کی وضاحت کے ساتھ معاوضہ کے لئے دو ماہ کے اندر حکومت کو درخواستیں پیش کریں۔ جاگیروں کے نئے انتظام کے متعلق بیانات جلد اعلان کر دیا گیا ہے۔

کراچی - ۲۰ر جون۔ وزیر اعظم مسٹر محمد علی اور وزیر قانون مسٹر براہی کے جدید پاکستانی آئین کے مسودہ کو آخری شکل دینے میں مصروف ہیں تاکہ جولائی کے آخر یا اگست کے شروع میں مسودہ کو آئین ساز اسمبلی میں پیش کر دیا جائے تاکہ پاکستان ۱۴ر اگست سے پہلے اپنے ری پبلک ہونے کا اعلان کر دے۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان عوام کے ذہنوں میں یہ بات بس گئی ہے کہ پاکستان دولت مشترکہ میں رہتے ہوئے اپنے ری پبلک ہونے کا اعلان کر دے گا۔ اطلاع ملی ہے کہ یہ آئین ہندوستان کے ۱۹۳۵ء کے آئین کی ترمیم کی حیثیت میں ہوگا۔ بتایا گیا ہے۔ کہ آئین پاس کرنے کے بعد موجودہ آئین ساز اسمبلی ختم کر دی جائے گی اور اس کے بجائے ڈیڑھ سو ممبران پر مشتمل ایک نئی اسمبلی قائم کی جائے گی۔ پچاس فی صدی سے زیادہ نشستیں مشرقی پاکستان کی ہونگی۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ آیا آئین ساز اسمبلی کے ممبران کا انتخاب ملک میں عام انتخابات کے ذریعہ ہوگا یا صوبائی اسمبلیوں کے ممبر کریں گے آئین پر بحث کے دوران جو بات خاص ہوگی وہ یہ ہے کہ آئین مرتب کرنے والے سیکولرازم کا اعلانیہ اعتراف کرتے ہیں یا نہیں۔

کلکتہ - ۲ر جولائی۔ مغربی بنگال کے وزیر اعظم ڈاکٹر بی سی رائے نے زندگی کے ہر شعبہ میں تعاون کے جذبہ کو فروغ دینے کی ضرورت کا اظہار کیا ہے۔

ایورسٹ مہم کی حالیہ کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر رائے نے کہا کہ یہ ایک متحدہ جذبہ تھا جس کے نتیجہ میں ہم کو کامیابی نصیب ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ جمہوریت اور اسے بڑے اداروں میں شامل ہو جائیں گے تاکہ قوم بام عروج پر پہونچے۔ ڈاکٹر رائے نے کہا کہ وہ دن آ رہے ہیں۔ جبکہ کواپریٹو تحریک کے میدان میں نئی قیادت کی ملک میں کوئی کمی نہ رہیگی

کراچی - ۲ر جولائی۔ پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے پاکستان کے صوبائی وزرائے اعلیٰ کی ایک کانفرنس طلب کی ہے جو کل سے شروع ہوگی اگرچہ کانفرنس کا کوئی ایجنڈا ابھی تیار کیا گیا ہے تاہم خیال ہے کہ وزیر اعظم اپنے حالیہ لندن وغیرہ کے دورہ کے تاثرات وزرائے اعلیٰ کے سامنے پیش کریں گے۔ خاص طور پر پاکستانی آئین کے متعلق امور کانفرنس زیر بحث آئیں گے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ فیروز خان نون پہلے ہی کراچی میں موجود ہیں سرحد کے وزیر اعظم سردار عبدالرشید آج کراچی پہنچ گئے۔ مشرقی پاکستان اور بہاولپور کے وزرائے اعلیٰ بھی کل صبح تک کراچی پہنچ رہے ہیں۔

قاہرہ - ۳ر جولائی۔ انقلاب مصر کی سالگرہ کے موقع پر یعنی ۲۳ر جولائی کو مصر کے طول و عرض میں جشن منانے کے زبردست انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

مصری فوج کے پبلک ریلیشنز آفیسر ونگ کمانڈر آبزا نے جو اس جشن کے نگران مقرر کئے گئے ہیں بتایا کہ اس جشن کی خصوصیت نظم و ضبط ہوگی دلچسپی کا مرکز ایک میلہ ہوگا جو قاہرہ میں ایک مہینے تک لگا رہے گا۔ انقلابی کونسل کی خواہش یہ ہے کہ قاہرہ کے لوگ ۲۲ر اور ۲۳ر جولائی کی درمیانی شب کو رتجگا منائیں گے۔ اس رات کو قاہرہ کی تمام دکانیں کھلی رہیں گی۔ اور گاڑیوں کی آمد و رفت حسب معمول جاری رہے گی۔ ۲۳ر جولائی کی صبح کو صدر نجیب آزاد چوک میں تقریر کریں گے۔

قابل توجہ مبلغین ہند

جملہ مبلغین کرام کو انفرادی طور پر آئندہ سال کے منظور شدہ بجٹ کی اطلاع دی جا چکی ہے۔ ہر مبلغ کا فرض ہے کہ اخراجات میں انتہائی احتیاط سے کام لے اور کسی صورت میں بھی منظور شدہ بجٹ سے اخراجات نہ بڑھائیں۔ بالعموم دیکھا گیا ہے کہ ایسا مختصر مضمون پر جو پوسٹ کارڈ میں آ سکتا ہے دو آنہ کے لفافہ میں بھیجے ہوتے ہیں جو درست نہیں۔ مناسب ہے کہ اکثر پوسٹ کارڈ سے کام لیا جائے اور اگر مضمون لمبا ہو تو چھ پیسے کا لفافہ لکھیں دو آنہ کا لفافہ صرف ایسی صورت میں لکھیں جب متعدد چٹھیاں یا طویل مضمون ہو۔ اسطرح کر نہیں بہت سی بچت ہو سکتی ہے انجمن کی موجودہ مالی حالت اس امر کی متقاضی ہے کہ اسطرف خاص توجہ دی جائے۔ (ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

درخواست دعا

میری اہلیہ ایک عرصہ سے بیمار چلی آتی ہیں اب ڈاکٹری مشورہ سے وکٹوریہ ہسپتال امرتسر میں داخل ہو کر زیر علاج ہیں تمام احباب کرام سے نہایت عاجزانہ طور پر درخواست دعا ہے تین خورد سالہ بچیاں میرے پاس ہیں۔ جن کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ خدا تعالیٰ ان کی والدہ کو جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ خاکسار (محمد حفیظ بقاپوری)

درخواستہائے مغفرت

برادرم مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ بمبئی کا شش سالہ بچہ عزیزم رفیق احمد مورخہ ۲۱ کو فوت ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون تقسیم ملک کے بعد مکرم مولوی صاحب موصوف تو سلسلہ کیلئے ہندوستان میں ٹھہرے رہے اور آپکے اہل و عیال پاکستان میں مقیم ہیں۔ اس لحاظ سے مولوی صاحب اور انکی اہلیہ کیلئے یہ صدمہ زیادہ تکلیف دہ ہے۔ دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین (محمد حفیظ بقاپوری)

۲۔ میری ماموں زاد ہمشیرہ آٹھ رمضان المبارک کو بمقام رائیگڑھ ضلع ہمیرپور یو پی میں انتقال فرما گئی ہیں۔ تمام احباب انکی مغفرت کیلئے دعا فرماویں۔ (عبدالحمید نامر آبادی)